امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

ماہنامہ شریعت

اردو

جلد 2 شعبان المعظم 1434ھ بمطابق جولائی 2013ء شمارہ 4

کامیابی کی جانب ایک اور اہم قدم

قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کھولنے کے متعلق اعلامیہ

کابل میں "سی آئی اے" کے مرکز پر حملہ

اسلامی ممالک میں نفاذ شریعت کی نئی امیدیں

اسی کا تو انتظار تھا

اسلامی صحافت کی اہمیت و ضرورت

اللہ کی مدد اور فتح کے امید افزا آثار

امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے سربراہ کا انٹرویو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ من طلب الدنيا حلالًا استعفافًا عن المسئلة وسعيًا على اهله وتعطفا على جاره لقى الله تعالى يوم القيامة ووجهه مثل القمر ليلة البدر ومن طلب الدنيا حلالًا مكاثرًا مفاخرًا مرائيا لقى الله تعالى وهو عليه عضبان۔

[رواه البيهقى فى شعب الايمان]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو شخص دنیا کی دولت بطریق حلال اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے تا کہ اسکو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی اور آرام واسائش کا سامان مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان اور سلوک کر سکے، اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہو گا۔ اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعہ سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے، اور اس دولت مندی کی وجہ وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھا سکے، اور لوگوں کی نظروں سے بڑا بننے کے لئے داد وریا پیش کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہو گا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے اور نیک مقصد کے لئے دنیا کی دولت حلال ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا، نہ صرف یہ کہ جائز اور مباح ہے بلکہ وہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو گا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل وکرم ہو گا، جس کے نتیجہ میں اسکا چہرہ چودھویں رات کی طرح روشن اور منور ہو گا۔ لیکن اگر دولت کمانے سے غرض صرف بڑا دولت مند بننا، اور دنیا کی بڑائی حاصل کرنا، اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے بڑے بڑے کام کرنا ہو، تو یہ دولت کمانا اگرچہ حلال ہی طریقے سے ہو، تب بھی یہ ایسا گناہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہو گا اور اگر ناجائز اور حرام طریقوں سے ہو تب تو سخت ترین وبال ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

اردو ماھنامہ

شریعت

جلد 2 شعبان المعظم 1434ھ بمطابق جولائی 2013ء شمارہ 4

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- شمس ابدالی
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- ❖ کامیابی کی جانب ایک اور اہم قدم 2
- ❖ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کھولنے کے متعلق اعلامیہ 3
- ❖ لائحہ قسط نمبر 3 4
- ❖ ملا یار محمد شہید حیات اور کارناموں پر ایک نظر 5
- ❖ افغانوں پر بیرونی پلان کا مسلط کرنا 9
- ❖ برما کا انسانی المیہ اور دنیا کا شرمناک کردار 11
- ❖ امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے سربراہ کا انٹرویو 16
- ❖ اسی کا تو انتظار تھا 20
- ❖ کابل میں "سی آئی اے" کے مرکز پر حملہ 21
- ❖ مترجمین یا خفیہ اداروں کے آلہ کار۔۔۔۔؟ 22
- ❖ مغرور امریکہ کی شامت۔ 23
- ❖ اللہ کی مدد اور فتح کے امید افزا آثار 24
- ❖ اسلامی ممالک میں نفاذ شریعت کی نئی امیدیں 26
- ❖ اسلامی صحافت کی اہمیت وضرورت 28
- ❖ جنگی جرائم مئی 31
- ❖ اقوام عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو 33
- ❖ افغانستان گزشتہ مہینے میں 39
- ❖ رجب المرجب میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول 44

ڈیزائننگ: سلمان بدر

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.................40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.................30 ڈالر

بنگلہ دیش.................28 ڈالر

ادارِیہ

مدیراعلی

کامیابی کی جانب ایک اوراہم قدم

جی ہاں ! تاریخ انسانی گواہ ہے کہ اقوام کے بیچ بڑے اور طویل جنگوں کا جب بھی خاتمہ ہوا ہے تو ان دو باتوں میں سے کسی ایک پر ہوا ہے۔ ایک قوم اپنی شکست اور جانب مخالف کے مطالبات کو تسلیم کرکے جنگ سے دستبردار ہوئی۔ یا یہ کہ دونوں قوموں نے صلح کے لئے راضی ہو کر مذاکرات کی راہ اپنائی ہے جو اول الذکر کی بہ نسبت بہتر صورت ہے۔ البتہ سمجھدار قومیں اپنے مسائل کے حل کے لئے جنگوں کی بجائے مذاکرات ہی کو ترجیح دیتی ہیں جبکہ اپنی قوت بازو پر مغرور اور زمینی حقائق سے ناواقف قومیں جنگوں میں ہلاکتوں، بربادیوں، مالی نقصانات اور ذلت ورسوائی اٹھانے کے بعد [جب ان کی عقل ٹھکانے آجاتی ہے تو] مذاکرات کے لئے تیار ہوجاتی ہیں۔

طالبان جو دشمن کے ہزاروں وسائل کے باوجود اس سے خائف نہ تھے لیکن افغان قوم کو جنگ، ہلاکتوں اور بربادیوں سے بچانے کی خاطر افغانستان پر حملہ آور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو بار بار مذکرات کی دعوت دیتے رہے اور ساتھ یہ بھی بتاتے رہے کہ یہ جنگ آپ کے لئے منافع بخش ثابت نہ ہوسکے گا۔ لیکن افسوس کہ اپنے زور بازو پر مغرور امریکہ نے ان کی ایک نہ سنی اور افغانستان پر حملہ کردیا۔

۲۰۰۱ سے ۲۰۱۳ تک کے اس طویل دورانیہ پر مشتمل جنگ میں اگرچہ افغان قوم کو کئی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا لیکن الحمدللہ افغان قوم اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوئی۔ اس لئے افغان سرزمین پر کامیابیوں اور اپنے اہداف کے حصول سے ناامید شکست خوردہ دشمن نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے انہی طالبان سے مذاکرات کی درخواست کی جنہیں یہ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اور امن عالم کے لئے خطرہ کہتے تھکتے نہیں تھے۔ اسی مقصد کے لئے قطر حکومت کے تعاون سے قطر میں دفتر نے باقاعدہ کام شروع کیا ہے۔

طالبان جو افغانستان میں فوری جنگ بندی کے خواہاں ہیں، اپنے عوام کی خونریزی بند کرنا ان کی بڑی خواہش ہے اور افغانستان کی آزادی اور یہاں ایک خود مختار اسلامی حاکمیت کا قیام ان کا ہدف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالبان نے قطر میں دنیا کو اپنے موقف سے آگاہ کرنے کے لئے دفتر کھولنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔

اور چاہتے ہیں کہ اپنے اہداف کے حصول کے لئے پوری سمجھداری اور صداقت کے ساتھ اس عمل کو آگے بڑھائیں۔ ساتھ ہی ساتھ جانب مخالف سے صداقت اور پوری دنیا سے مذاکرات کی کامیابی کے لئے سازگار اور سنجیدہ ماحول کی توقع رکھتے ہیں۔

سیاسی میدان میں طالبان اپنی اس کامیابی کو عسکری میدان میں دشمن کے مقابلے میں کامیابی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اس لئے میدان جنگ میں پوری شدت اور قوت کے ساتھ دشمن کے مقابل رہیں گے۔ اپنی قوم اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو یہ اطمینان دینا چاہتے ہیں کہ میدان کارزار کی کامیابیوں کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ عظیم شہداء کے پاک خون سے خیانت کا ارتکاب ہوگا اور نہ ہی کسی کے ساتھ اپنے مقدس اہداف پر سودا بازی کریں گے۔ ان شاء اللہ

قطرمیں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفترکھولنے کے متعلق اعلامیہ

سب جانتے ہیں کہ افغانستان میں بیرونی جارحیت کے خاتمے کے لیے امارت اسلامیہ ایک خود مختاراسلامی نظام کی خاطر جہاداور جدوجہد کررہی ہے،اس ہدف تک پہنچنے کے لیے ہمیشہ ہر جائزطریقہ کار کوبروئے کار لایا ہے۔

امارت اسلامیہ کی عسکری پالیسی کیساتھ ساتھ سیاسی پالیسی اوراہداف بھی ہیں،جوافغانستان تک محدودہیں،امارت اسلامیہ اپنی سرزمین سے باہر دیگر ممالک کونقصان پہنچانا نہیں چاہتی اورنہ ہی کسی کواجازت دیتی ہے، کہ وہ افغان سرزمین سے دیگر ممالک کے امن کو چیلنج کریں، ہمسائیہ ممالک سمیت پوری دنیا کیساتھ امارت اسلامیہ باہمی احترام کومد نظر رکھتے ہوئے اچھے تعلقات کاخواہاں ہے، اوراپنے ملک میں امن کیساتھ ساتھ عالمی سطح پرامن اورانصاف کاطلب گار ہے۔

البتہ امارت اسلامیہ جارحیت سے پاک ملک کی خود مختاری کواپنی مذہبی اور قومی ذمہ داری سمجھتی ہے،اس عمل کے لیے ہر جائز طریقے کواپنایا ہےاورآئندہ بھی اپنائیگی اوراسی طرح عالمی سطح پر مظلوم اور کمزوراقوام کی جدوجہد جووہ اپنے جائز حقوق اورآزادی کے حصول کے لیے کرتی ہیں،وہ ان کاحق سمجھتی ہے،کیونکہ یہ اقوام کاحق ہے، کہ اپنے ممالک کواستعمار سے آزاداوراپنے حقوق حاصل کرلیں۔

اسی پالیسی کی مزیدوضاحت کے لیے امارت اسلامیہ نے ضروری قراردیاکہ وہ اسلامی ملک قطر میں درج ذیل اہداف کے لیے سیاسی دفترکاقیام عمل میں لائے۔

1: عالمی ممالک کیساتھ تعلقات استوارنے کے لئے افہام وتفہیم اوربات چیت کرنا۔

2: ایک ایسے سیاسی اورپرامن حل کی حمایت کرناجس میں افغانستان پر قبضے کا خاتمہ،ایک خودمختاراسلامی نظام کاقیام اور حقیقی امن کاقیام،جوپوری قوم کامطالبہ اورامید ہے،یقینی ہو۔

3:وقت کے تقاضاکے مطابق افغانوں سے ملاقات کرنا۔

4: اقوام متحدہ،بین الاقوامی اورعلاقائی تنظیموں اورنجی اداروں سے رابطہ قائم کرنا۔

5: موجودہ سیاسی صورتحال کے متعلق سیاسی بیانات کوذرائع ابلاغ کے اختیار میں دینا۔

قابل ذکر ہے کہ ہم حکومت قطر اور قطر کے امیر جناب شیخ حمدبن خلیفہ آل ثانی کاشکریہ اداکرتے ہیں، جنہوں نے اپنے ملک میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفترکھولنے سے اتفاق کیا اوراس بارے میں متعلقہ سہولیات فراہم کیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان

09/ شعبان المعظم1434ھق

18/ جون2013ء

امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کے لیے

لائحہ

قسط نمبر 3

گذشتہ سے پیوستہ : قارئین کرام! لائحہ کے عنوان سے امارت اسلامیہ کی جانب سے مجاہدین کے لیے مرتب اصول وضوابط کا ترجمہ قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ قسط نمبر 3 ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۔ وہ ٹھیکیدار جو کفار یا ان کے غلام اداروں تک تیل، وسائل اور دیگر مواد منتقل کرکے انہیں رسد فراہم کرتے ہیں۔ یا ان کے فوجی مراکز کی تعمیر کرتے ہیں، اسی طرح سیکیورٹی کمپنیوں کے چھوٹے بڑے عہدیدار، دشمن کے ترجمان اور سامان رسد پہنچانے والے ڈرائیور یہ اگر پکڑے جائیں اور قاضی پر یہ ثابت ہوجائے کہ واقعتا یہ لوگ یہ کام کررہے ہیں تو انہیں موت کی سزادی جائے۔ البتہ اگر کسی صوبے میں قاضی کا تعین نہ ہوا ہو تو وہاں ثبوت اور قتل کا معاملہ گورنر کے ذمے ہے۔

۱۲۔ حربی کافر اگر پکڑا جائے تو اس کو مارنے، قیدیوں کے بدلے تبادلہ کرنے، مصلحتاً چھوڑنے اور یا اگر مسلمانوں کو ضرورت تھی تو پیسوں کے بدلے میں چھوڑنے کا اختیار امام اور نائب امام کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو تصرف کا حق نہیں۔ پکڑا جانے والا شخص اگر مسلمان ہوجائے تو امام یا نائب کے لیے اس کا تبادلہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ اس تبادلے پر راضی ہو اور اس کے واپس مرتد ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو۔

۱۳۔ مجاہدین اگر قیدیوں کو پکڑلیں اور ابھی انہیں اپنے مراکز تک نہ پہنچایا گیا ہو ایسے حالات میں اگر کسی خطرے کا سامنا ہوجائے اور انہیں محفوظ ٹھکانوں تک منتقل کرنے کا موقع نہ ہو تو ایسے حالات میں اگر گرفتار ہوکر آنے والا شخص مخالف فریق کے لوگ ہوں اور جنگ میں پکڑے جائیں اور یا مخالف فریق کے فوجی ہوں تو وہاں موجود مجاہدین انہیں قتل کرسکتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو اور وہ مشکوک قیدی ہوں جن کی ابھی تک صحیح طریقے سے پہچان نہ ہوئی ہو یا حقوق کی عدم ادائیگی کے باعث پکڑے گئے ہوں پھر ان کا قتل جائز نہیں اگرچہ وہیں اسی جگہ پر ان قیدیوں کو چھوڑنا پڑجائے۔

۱۴۔ وہ پولیس یا فوجی جو ہتھیار ڈال کر تائب ہوجائیں مجاہدین کے لیے ان کا قتل جائز نہیں، اگر وہ اسلحہ بھی لے کر آجائیں اور یا اور کوئی قابل فخر کارنامہ انجام دیں مجاہدین انہیں اور بھی اعزاز سے نوازیں۔

۱۵۔ مجاہدین کے پاس جو قیدی ہوں انہیں بھوک، پیاس، سردی یا گرمی کی سزائیں نہ دیں اگرچہ قیدی موت کا ہی مستحق کیوں نہ ہو۔ بلکہ جس طرح کی شرعی سزا ان کے حق میں سنائی جائے صرف وہی سزادی جائے خواہ وہ قتل ہو یا کوئی اور۔

۱۶۔ امام، نائب امام یا قاضی کے علاوہ کسی کو بھی تعزیر دینے کی اجازت نہیں۔ صوبے کے قاضی کے علاوہ اضلاع کے قاضی اگر قتل کی تعزیر دینا چاہیں تو صوبے کے قاضی سے اجازت لے کردیں۔ البتہ جن صوبوں میں قاضی متعین نہ ہو تو قتل اور تعزیر کا اختیار گورنر کو دیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ:

جاسوسوں کے حوالے سے

۱۷۔ موجودہ حالات میں جاسوس کو ساعی بالفساد سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی شخص پر جاسوسی ثابت ہوجائے تو صوبے اور ضلع کے قاضی، قاضی نہ ہو تو صرف صوبے کے گورنر کو اسے قتل کی سزا دینے کا اختیار ہے۔ گرفتار ہونے والے جاسوس کو قتل کی سزا دینے کا اختیار امام، نائب امام، اور صوبے کے قاضی کو حاصل ہے۔ قاضی کی عدم موجودگی میں صوبے کا گورنر بھی یہ سزا دے سکتا ہے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

عبدالرؤف حکمت

ملایار محمد شہید

حیات اور کارناموں پر ایک نظر

ملایار محمد شہید کا شمار افغانستان کے جنوبی صوبوں میں روس کے خلاف جہاد کے دوران اہم شخصیات میں ہوتا تھا۔ جنہوں نے امارت اسلامیہ کے قیام میں بھی بڑا کردار ادا کیا۔ اس خطے میں سابقہ جہاد، تحریک طالبان اور سلامی اقتدار کے قیام کا تذکرہ ملایار محمد کے ذکر کے بغیر ادھورا ہی رہے گا۔ کیوں کہ موصوف وہ شخصیت تھی جنہوں نے کیمونسٹوں کے خلاف جہاد کے مراحل کی طرح امارت اسلامیہ کے قیام میں بھی کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ ذیل کی تحریر میں ہم کوشش کریں گے افغان جہاد کی اس نمایاں شخصیت اور بہادر سپوت کے حالات زندگی اور کارناموں پر گفتگو کریں۔

پیدائش اور زندگی کے ابتدائی مراحل :

ملایار محمد اخوند حاجی خان محمد کے بیٹے اور حاجی نیاز محمد کے پوتے 12 اگست 1959 کو قندہار ضلع امان کے علاقے مرغان کیچی میں پیدا ہوئے۔ ان کی مادری زبان پشتو تھی۔ پوپلزئی قبیلے سے تعلق تھا۔ ان کا خاندان دیندار اور دنیاوی لحاظ سے بااثر سمجھا جاتا ہے۔ ملایار محمد اخوند نے جوانی کے آغاز کے ساتھ دینی علوم کے حصول کی ابتداء کی۔ ابتدائی کتابیں انہوں نے اپنے علاقے میں بعد ازاں قندہار شہر اور ارغستان اور نیش کے اضلاع میں مختلف علاقائی مدارس میں پڑھیں۔ ابھی انہوں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا جب افغانستان پر کیمونسٹوں نے تسلط قائم کیا اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی بقیہ زندگی کیمونزم کے خلاف جہاد کے لیے وقف کر دی۔

کمیونزم اور سوویت یونین کے خلاف جہاد کا آغاز:

صوبہ زابل کے رہائشی، پرانے مجاہد اور ملایار محمد شہید کے قریبی ساتھی ملا عبدالمنان کا کہنا ہے کہ قندہار ضلع ارغسان کے علاقے چنغی غرہ میں کمانڈر عبدالرازق اور حاجی ملا محمد ربانی کی قیادت میں مجاہدین کا بڑا مرکز قائم تھا۔ پہلی مرتبہ ملایار محمد جب ان کی عمر تقریبا بیس سال تھی اس مرکز میں اپنے چند دیگر مجاہد ساتھیوں کے ساتھ آئے۔ اس وقت سے انہوں نے کیمونسٹوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ اس کے ساتھ فارغ اوقات میں دینی کتابوں کی تعلیم بھی جاری رکھی۔

ملایار محمد نے پہلی مرتبہ ضلع ارغستان میں مجاہدین کے بڑے حملے میں حصہ لیا اس کے بعد کابل قندہار شاہراہ پر قندہار اور زابل کے قریب مختلف مقامات پر جہادی کارروائیاں جاری رکھیں۔

اس وقت مجاہدین کی زیادہ توجہ قندہار اور قلات کے درمیان طویل راستے پر مرکوز تھی، اکثر اوقات اسی راستے پر دشمن کی کانوائے پر حملے ہوتے تھے۔

ملا عبدالمنان کا کہنا ہے مجاہدین اس وقت مختلف علاقوں میں دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ شاہراہ پر شہر صفا اور قلات کے درمیان غشی، خاران، خوارزانہ کوٹی اور دیگر علاقوں میں مجاہدین دشمن پر مورچہ بند حملے کرتے جس میں کیمونسٹوں کو ہمیشہ بھاری نقصانات اٹھانے پڑتے۔ یہاں تک کہ شہر صفا کے قریب ایک علاقے کا نام اسی وجہ سے "سوبو موٹر سیمہ" {جلی ہوئی گاڑیوں کا علاقہ} پڑ گیا۔

ملایار محمد اخوند اس آپریشن میں ایک نمایاں مجاہد کی حیثیت سے شریک رہتے۔ وہ 7- RPG راکٹ کے ماہر نشانہ باز تھے۔ بعد میں طیارے گرانے والے سٹینگر میزائل میں بھی انہیں بہت مہارت حاصل ہوئی جس سے انہوں نے کیمونسٹوں کی فضائی قوت کو انتہائی زیادہ نقصان پہنچایا۔

دشمن کے ہاتھوں گرفتاری:

ملایار محمد اخوند ڈاکٹر نجیب کی حکومت میں شہر صفا اور دامان کے درمیانی علاقے پوٹی گاؤں میں کیمونسٹوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے اور کیمونسٹوں کی جیل میں ڈالدیے گئے۔ اس قید کے دوران کیمونسٹوں نے انہیں الٹالٹکا کر طرح طرح کی سزائیں دیں اور بدترین تشدد کیا۔ وہ ایک سال تک قندہار کی جیل میں رہے جہاں سے ضلع ارغستان کے ایک قبائل رہنما حبیب آکا نے انہیں اپنی ذاتی کوششوں سے آزاد کروایا۔ اس طرح انہیں کیمونزم کے شکنجوں سے آزادی ملی اور ایک بار پھر وہ دشمن کے خلاف صف آراء ہوگئے۔

ملایار محمد اخوند تحریک اسلامی طالبان کے دور میں بھی ایک مرتبہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ طالبان نے جب جنوب اور جنوب مغربی اطراف سے کابل پر حملہ کیا تو چہل ستون کے قریب سہ طرفہ جنگ کے آخر میں کئی مجاہدین محاصرے میں آگئے۔ یہاں کئی دیگر ساتھیوں کے ساتھ ملایار محمد بھی احمد شاہ

مسعود کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ ملایار محمد 6 ماہ 4 دن جبل السراج کی جیل میں رہے جہاں سے دلارام کے محاذ پر اسماعیل خان اور مسعود سے قیدیوں کے تبادلے میں آزاد ہوگئے۔

جہادی مسئول کی حیثیت سے :

ملایار محمد اخوند جب کیمونسٹوں کی قید سے آزاد ہوکر جہادی صف میں پھر سے کھڑے ہوئے تو ارغستان محاذ کے کمانڈر عبدالرازق نے مختلف علاقوں کے لیے جہادی گروپ تشکیل دے دیے۔ جس میں قندہار ضلع دامان کے علاقے شیخزو کے علاقے میں مقامی گروپ کی قیادت ملایار محمد اخوند کو دے دی گئی۔ اس علاقے میں فعال جہادی سرگرمیوں کے علاوہ انہوں نے اپنی جہادی کارروائیاں اور بھی پھیلادیں ۔ قندہار کا ہوائی اڈہ جہاں دشمن کی بہت سی فوجیں موجود تھیں وہاں بھی کارروائیوں کا آغاز کردیا۔ انہیں کارروائیوں کے سلسلے میں ملایار محمد اخوند نے پہلی مرتبہ دشمن کا جنگی طیارہ میگ مار گرایا۔ ملا عبدالمنان جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں انہوں نے بتایا کہ ہوائی اڈے کے قریبی علاقے میں طیارہ مجاہدین پر بمباریاں کررہا تھا۔ مجاہدین نے وائرلیس پر دشمن کی مرکزی کمان کی ٹرانسمیشن پکڑلی جو اپنے پائلٹوں کو ہدایت دے رہے تھے کہ احتیاط سے کام لو کہیں مجاہدین کے نشانے میں آنہ جاو۔ ایک پائلٹ نے جواب دیا ہم مجاہدین سے نہیں ڈرتے۔ یہی طیارہ نیچے آکر بم پھینکنے لگا، جب یہ طیارہ واپس اوپر اٹھنے لگا ملایار محمد نے سٹینگر کا نشانہ باندھ کر اسے گرادیا۔ عبدالاحد نامی پائلٹ اور اس کا ایک ساتھی زندہ مجاہدین کے ہاتھ آگئے۔ اس کارروائی کے بعد قندہار کے مجاہدین نے ریگ کے علاقے میں دشمن کی چیک پوسٹوں پر آپریشن شروع کردیا۔ ملایار محمد مجاہد ان حملوں میں بھی نمایاں رہے۔ ان کارروائیوں کے نتیجے دشمن اس علاقے سے مکمل طور پر سمٹ کر چلا گیا۔

جبار اور دوستم ملیشیا کے خلاف جنگوں میں شرکت :

نجیب حکومت کے آخری دور میں پورے افغانستان کی طرح جنوبی صوبوں میں بھی جہادی کارروائیاں ماضی کی بنسبت سخت ہوگئیں۔ اطراف کے علاقوں سے دشمن کا تسلط ختم ہونے لگا۔ اس وقت صوبہ زابل کا مرکز قلات شہر مجاہدین کے محاصرے میں آگیا۔ اور شاہراہ پر مجاہدین کی کارروائیاں ماضی کی بنسبت اور بڑھ گئیں۔ زابل اور قندہار کے مجاہدین نے زابل کے مرکز پر مشترکہ حملے شروع کردیے۔ اس شاہراہ کو مجاہدین کے قبضے سے آزاد کرانے اور قلات کا محاصرہ توڑنے کے لیے حکومت نے جنوب میں بڑے حکومتی ملیشیا کے کمانڈر عبدالجبار قہرمان کو کمان دے کر قلات بھیجا۔ عبدالجبار کی ملیشیا دوستم کی گلم جم ملیشیا کی مظالم اور تشدد میں مشہور تھی۔ جس میں ہزاروں مسلح چوروں اور ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ عناصر کو جمع کیا گیا تھا۔ اس ملیشیا نے قندہار سے قلات کی جانب پیش رفت شروع کردی۔ سینکڑوں فوجی گاڑیوں اور دیگر وسائل سے لیس یہ ملیشیا جب شہر صفا کے علاقے سے گذرا مجاہدین نے جلد کے علاقے میں ان پر حملہ کردیا اور آگے بڑھنے والی فوج کا راستہ روک دیا۔ قندہار کے مجاہدین نے ملا محمد ربانی کے حکم پر ملایار محمد کی قیادت میں قندہار ضلع دامان کے قریب ضلع شہر صفا ،شیر علی خان کے علاقے میں دشمن پر حملہ کردیا اور علاقے کا قبضہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس طرح مجاہدین نے دشمن پر حملہ کردیا اور جبار کی ملیشیا قلات پہنچنے سے پہلے شہر صفا اور قلات کے درمیان محاصرے میں پھنس گئی۔

> قندہار میں جب ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک کا آغاز ہوگیا، اس وقت ملایار محمد اخوند قندہار ہوائی اڈے کے قریبی علاقے بری غونڈ میں اپنے مجاہدین کے ساتھ تھے۔ تحریک جب ضلع ڈنڈ تک پہنچی تو انہوں نے پرانی جان پہچان کی بنیاد پر تحریک کے قائدین ملا محمد عمر مجاہد اور ملا عبدالغنی برادر سے ملاقات کی۔ اس مجلس میں جس میں ملا محمد ربانی اور ملا عبدالمنان بھی موجود تھے ملایار محمد اپنے تمام تر مجاہدین اور وسائل کے ساتھ تحریک میں شامل ہوگئے۔ اس کے بعد زندگی کے آخری لحات تک تحریک کے مختلف عسکری اور عوامی شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اسی راہ میں انہیں شہادت مل گئی۔ قندہار کی فتح کے بعد ملایار محمد اخوند طالبان کی اسی جماعت میں جہادی خدمت کی تکمیل میں مصروف رہے یہاں تک غزنی، ورگ، اور لوگر کے دیگر اضلاع تک پہنچ گئے۔

اس جنگ میں زابل اور قندہار کے بہت سے مجاہدین اور جہادی گروپوں نے حصہ لیا، شہر صفا اور جلد کے علاقوں میں دشمن سے بہت شدید جنگیں ہوئیں۔ جس میں جبار ملیشیا بالکل ہی مٹ گئی۔ صرف اس ملیشیا کا کمانڈر تھا جس نے بھاگ کر جان بچائی۔ اس کے بعد کسی حکومتی ملیشیا نے سر نہیں اٹھایا بلکہ تمام فوجی قندہار اور زابل کے درمیان مجاہدین کے شدید حملوں میں ختم ہوگئے۔

اس بڑی جنگ میں ملایار محمد کی ذمہ داری ضلع شہر صفا پر لگائی گئی تھی۔ جس میں انہوں نے دشمن سے شدید جنگ کی۔ اس جنگ کے دوران بھی ان کے ساتھیوں نے دشمن کا ایک جنگی فوجی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ اور دوسرا ہیلی کاپٹر صحیح سالم پکڑلیا جب مجاہدین پیش رفت کرکے آگے بڑھ رہے تھے، پائلٹ نے گھبرا کر ہیلی کاپٹر مجاہدین کے علاقے ہی میں اتاردیا۔ مجاہدین نے حملہ کرکے عملے کے تین افراد کو بھی زندہ گرفتار کردیا۔

ملا عبد المنان کہتے ہیں مجاہدین کے بڑے کمانڈر عبد الرازق نے مطالبہ کیا کہ پکڑا جانے والا ہیلی کاپٹر ارغستان میں مجاہدین کے مرکز لایا جائے۔ چونکہ اس وقت دشمن کے بہت زیادہ طیارے فضا میں گھوم پھر رہے تھے اور بمباریاں کر رہے تھے اس لیے خطرہ تھا کہ مجاہدین اس ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ نہ بنالیں، اس مقصد کے لیے کہ ارغستان کے مجاہدین اس ہیلی کاپٹر کو پہچان سکیں ملا یار محمد نے اپنی پگڑی بھی نشانی کے طور پر ہیلی کاپٹر سے باندھ دی، اس طرح یہ ہیلی کاپٹر ارغستان سے مجاہدین کے مرکز منتقل کر لیا گیا۔

اسی سال جس کے گرما کے موسم میں جبار کی ملیشیا کا خاتمہ ہو گیا تھا، سرما کے موسم میں دوستم کی گلم جم ملیشیا نے بھی اس راستے سے گذرنا چاہا، اس جنگ میں بھی مجاہدین نے دشمن کو شدید نقصانات پہنچائے مگر چونکہ یہ سردی کا موسم تھا اور مجاہدین کی تعداد کم تھی اس لیے دوستم کے کئی فوجیوں کو مجاہدین کے حملوں سے زندہ بچ کر بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا۔ دوستم کے خلاف جنگ کے دوران ملا یار محمد اخوند ضلع شہر صفا کے علاقے کوٹیزو میں دشمن کے خلاف لڑ رہے تھے

قندہار شہر کے اطراف میں جہادی فعالیت :

عبد الجبار اور دوستم کی ملیشیا کو شکست کے بعد اکثر مضافاتی علاقوں میں مجاہدین کا قبضہ مستحکم ہو گیا۔ اور دشمن کا قبضہ صرف قندہار کے مرکز تک محدود ہو گیا۔ اس وقت دشمن کو پہنچایا جانے والا کمک بھی فضائی راستے سے پہنچایا جا رہا تھا۔ مجاہدین کے خلاف دشمن کا موثر ہتھیار بھی صرف اور صرف فضائی قوت رہ گئی تھی۔ اس لیے مجاہدین نے قندہار ہوائی اڈے پر دشمن کی فضائی قوت کو نقصان پہنچانے کا سلسلہ اور بھی تیز کر دیا۔ اس وقت مجاہدین نے دشمن کے جنگی طیاروں اور ائیر بیس کو نشانہ بنانے کے لیے خصوصی گروپ تشکیل دیا جس کی قیادت ملا یار محمد کے ذمہ تھی۔ یہ گروپ ایک طرف تو ائیر بیس اور اس کے قریب بری غونڈ کے علاقے پر گروپ حملے کرتا تو دوسری طرف مسلسل ہوائی اڈے کو گولوں کے نشانے پر رکھتا۔

اس کارروائی کے دوران ملا یار محمد اخوند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے 10 سے 20 تک گولے دیسی طریقے سے نصب کر کے انہیں شارٹ دیتے۔ گولے اڑ کر فضائی اڈے میں موجود ہیلی کاپٹروں اور جنگی طیاروں کو نشانہ بنا دیتے۔ کہا جاتا ہے افغانستان کے جنوب میں اس طریقے سے بڑی حد تک کمیونسٹ انتظامیہ کی فضائی قوت کو بے بس کر کے رکھ دیا گیا تھا اور درجنوں جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر زمین پر کھڑے کھڑے تباہ ہو گئے۔ اس میں ملا یار محمد شہید رحمہ اللہ کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ قندہار شہر کے مضافات میں ملا یار محمد اخند محلہ جات کے علاقے میں ایک مرتبہ کندھے پر زخم لگنے کے باعث زخمی بھی ہوئے تاہم علاج معالجے کے بعد یہ زخم ٹھیک ہو گیا۔

قندہار میں کمیونسٹوں اور غداروں کی مشترکہ سازش :

جب جہادی کوششیں کامیابی کی دہلیز پر کھڑی تھیں اور نجیب کی کمیونسٹ حکومت گرنے کو تھی کمیونسٹوں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ اپنی شیطانیت کا سہارا لے کر اور کچھ قومی غداروں کی غداری کو بروئے کار لا کر اقتدار حقیقی مجاہدین تک پہنچانے کا راستہ روکیں۔

اس وقت قندہار میں مجاہدین کا ایک گروپ تھا جس نے حقیقی معنوں میں قربانی دی، جہاد کیا اور مشقتیں اٹھائیں۔ ان میں قندہار کی سطح پر کمانڈر عبد الرازق، ملا محمد ربانی، ملا محمد عمر مجاہد، ملا محمد صادق، معلم فدا محمد، ملا محمد شیرین، ملا یار محمد شہید، ملا بور جان شہید، ملا محمد شہید اور دیگر ایسے کمیونزم کے خلاف برسرپیکار غیور مجاہدین تھے۔ مگر ان کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی قومی شوری کے نام سے ایک اور گروپ بھی تھا جس میں زیادہ تر وہی لوگ جن کا جہاد محض نعروں تک محدود تھا یا جنہوں نے جہاد کا نام استعمال کر کے اقتدار کے حصول کے لیے راہ ہموار کی، ان میں مشہور نام گل آغا شیرزئی، خان محمد مجاہد، استاد عبد الحلیم، امیر لالی، فضل الدین آغا، حامد آغا اور کچھ اور ایسے لوگ تھے جن کا کمیونزم کے خلاف جہاد میں کوئی خاص حصہ نہ تھا۔ مگر جہاد کے نام پر امداد جمع کرنے اور اسلحہ وصول کرنے، گروپ بندیاں کرنے اور قوم پرستی کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ جن کے گروپوں میں اکثر مسلح جنگجو اور ڈاکو قسم کے لوگ شامل ہو گئے تھے۔

اس وقت تک قندہار ابھی کمیونسٹوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کمانڈروں کے حکومت سے خفیہ روابط تھے، حتی کہ یہ بھی کہا جاتا تھا کہ حکومت کی انٹیلیجنس {خاد} سے وہ روزانہ کی بنیاد پر ملاقاتیں کرتے اس وقت وہ کمیونسٹوں کو دشمن کی نظر سے دیکھتے ہی نہ تھے۔

کمیونسٹ انتظامیہ کو جب یہ سمجھ آگیا کہ اب وہ قندہار میں اپنے اقتدار کو طول نہیں دے سکیں گے تو قندہار کے گورنر نور الحق علوی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اقتدار چھوڑ دیں مگر اس طریقے سے کہ حقیقی مجاہدین جنہوں نے کمیونسٹوں کے خلاف جنگ لڑی تھی انہیں اقتدار نہ ملے۔ اس طرح نور الحق علوی نے قومی شوری میں شامل ان مجاہد نما کمانڈروں سے خفیہ بات چیت شروع کر دی اور اچانک قندہار کا سارا انتظام ان نام نہاد مجاہدین کے حوالے کر دیا۔ انہیں قومی شوری کے مذکورہ کمانڈروں نے قندہار کا صوبائی انتظام آپس میں تقسیم کر دیا۔ کسی نے فضائی اڈہ پکڑا، کسی نے صوبائی دار الحکومت پر قبضہ کیا، کوئی پولیس ہیڈ کوارٹر میں گھس گیا اس طرح حقیقی مجاہدین اور جہادی کمانڈر سب شہر سے باہر جہادی محاذوں پر رہ گئے۔ ملا یار محمد رحمہ اللہ نے انہیں دنوں قندہار ہوائی اڈے کے قریب بری غونڈ کا علاقہ کمیونسٹوں سے واگزار کروایا تھا اسی علاقے میں

اپنے مجاہدین کو جمع کر کے منظم کیا۔ اسی دن سے قندہار شہر کے اطراف میں تاریخی بد نظمی اور کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ بااختیار کمانڈر جو کبھی خود کو مجاہدین کہتے نہیں تھکتے تھے اب ایک دوسرے کے خلاف لڑنے لگے۔ نہ صرف آپس میں لڑنے لگے بلکہ عوام پر انتہائی سخت مظالم شروع کر دیے گئے۔ چوری، ڈاکہ زنی، فساد اور ہر طرح کے مظالم ان کے ہاتھوں عوام پر ہوتے رہے۔ بالآخر اسی فساد اور خانہ جنگی نے مجاہد عوام کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ ان جنگجوؤں کو اپنے علاقوں سے نکال دیں اور عوام کو امن اور عزت کی فضا میں سانس لینے کا موقع دیں۔

اسلامی تحریک میں شرکت :

قندہار میں جب ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک کا آغاز ہو گیا، اس وقت ملا یار محمد اخوند قندہار ہوائی اڈے کے قریبی علاقے بری غونڈ میں اپنے مجاہدین کے ساتھ تھے۔ تحریک جب ضلع ڈنڈ تک پہنچی تو انہوں نے پرانی جان پہچان کی بنیاد پر تحریک کے قائدین ملا محمد عمر مجاہد اور ملا عبدالغنی برادر سے ملاقات کی۔ اس مجلس میں جس میں ملا محمد ربانی اور ملا عبدالمنان بھی موجود تھے ملا یار محمد اپنے تمام تر مجاہدین اور وسائل کے ساتھ تحریک میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد زندگی کے آخری لمحات تک تحریک کے مختلف عسکری اور عوامی شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اسی راہ میں انہیں شہادت مل گئی۔ قندہار کی فتح کے بعد ملا یار محمد اخوند طالبان کی اسی جماعت میں جہادی خدمت کی تکمیل میں مصروف رہے یہاں تک غزنی، ورگ، اور لوگر کے دیگر اضلاع تک پہنچ گئے۔ کابل پر پہلے حملے کے وقت احمد شاہ مسعود کے ہاتھوں گرفتار بھی ہوئے۔ رہائی کے بعد پھر سے جہادی ذمہ داریوں کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ ہرات کی فتح کے بعد انہیں ہرات کا گورنر بنایا گیا۔

ہرات کے حالات اس وقت انتہائی خراب تھے، توران اسماعیل کے حامی ہرات شہر اور مضافات میں موجود تھے، جو ہر وقت بغاوت اور حملوں کی کوشش میں رہتے، رات کے وقت مختلف علاقوں میں فائرنگ شروع کر دیتے، دوسری طرف دشمن کا پروپیگنڈا بھی انتہائی زور شور سے جاری تھا۔ دشمن کی کوشش تھی کہ مجاہدین کو خوف زدہ کر کے ہرات خالی کرنے پر مجبور کر دیں۔ مگر ملا یار محمد نے انتہائی شجاعت اور استقامت سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ دشمن کے کسی دباؤ میں نہیں آئے۔ اور نہ کسی سختی اور دباؤ کی پروا کی۔ یہاں تک کہ ہرات کے حالات آہستہ آہستہ خود بخود ٹھیک ہو گئے اور دشمن کی تحریکیں ختم ہو گئیں۔

صوبہ ہرات کی ذمہ داری کے دوران ملا یار محمد اخوند نے بہت سے ترقیاتی کام کیے۔ ہرات کی تاریخی جامع مسجد پر بہت کام کیا، اسی طرح اور بہت سے تاریخی اور سرکاری مقامات، مساجد، مدارس اور عام المنفعۃ گھر تعمیر کروائے۔ صوبائی دارالحکومت میں ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔

ہرات میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد انہیں صوبہ غزنی کا گورنر بنایا گیا۔ وہاں بھی انہوں نے بہت سے ترقیاتی کام کروائے۔ غزنی میں ان کا تعلق اکثر تاریخی مدرسے نور المدارس فاروقیہ سے رہا۔ ہمیشہ اس مدرسے میں پہنچ کر طلبہ کے احوال دریافت کرتے، ان سے تعاون کرتے اور خاص محبت رکھتے۔

اگرچہ جہادی زندگی کے باعث ان کا تعلیمی سلسلہ ادھورا رہ گیا تھا مگر آخر عمر تک علم دین، علماء اور مدارس سے خصوصی محبت رکھتے تھے۔ زابل شہر صفا کے رہائشی ملا عبدالمنان اخوند جو طویل عرصے تک ملا یار محمد کے ساتھ رہے تھے ان کا کہنا تھا کہ ملا یار محمد چند خصوصی صفات کے حامل شخص تھے۔ سخی تھے اور سخاوت ان میں کھوٹ کھوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مجاہدین اور دیگر محتاج لوگوں میں پیسے تقسیم کرتے۔ کوئی قومی تعصب یا اقربا پروری ان میں نہیں تھی۔ کسی سے اختلاف بھی اگر ہو جاتا تو دل میں گرہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ کچھ دیر بعد پھر سے ایسے پیش آتے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ جہاد میں غیور، صاحب استقامت، تقویٰ دار اور پاک نفس کے مالک تھے۔ اپنے نفس پر اچھے حاکم تھے اور بد اخلاقی سے انہیں سخت نفرت تھی۔

شہادت :

اس وقت جب ملا یار محمد اخوند غزنی کے گورنر تھے۔ غزنی شہر کے شمالی ضلع میں حزب وحدت کے لوگوں نے حملہ کر دیا۔ ملا یار محمد اخوند خود اس جنگ میں شریک ہوئے۔ یہیں پر ضلع خواجہ عمری میں قیاق درے کے علاقے میں حزب وحدت کے لوگوں سے جنگ کے دوران 18 جمادی الاولی 1419ھ ق کو دوپہر 12 بجے مشین گن کی گولی کا نشانہ بن کر 39 سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ان کا جنازہ قندہار لایا گیا اور قندہار شہر میں شہداء کے مشہور قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ ملا یار محمد کے پس ماندگان میں چھ بچے رہ گئے۔ ان کے صاحبزادے اور بھائی اب بھی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور حالیہ امریکا جارحیت کے خلاف جاری جہادی تحریک میں قابل ستائش کردار ادا کر رہے ہیں۔

افغانوں پر بیرونی پلان کا مسلط کرنا ایک ناکام تجربہ!

بشیر

نیٹو اور امریکا کی مشترکہ فوج انتہائی عجلت، گھبراہٹ اور جھنجلاہٹ میں افغانستان سے انخلاء کا مطالبہ کر رہے ہیں۔اس صورتحال کو دیکھ کر امریکا اور ناٹو کے پالیسی ساز دماغوں کو یہ پریشانی اور زیادہ لاحق ہوگئی ہے اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ بات چیت اور مذاکرات کے لیے ایک ایسا فرمائشی راستہ ہموار کر سکیں جس میں انہیں کچھ نمائشی کامیابی اور جعلی پیش رفت حاصل ہوسکے۔

اس لیے خطے میں امریکی سفارتکاروں اور جنرلوں نے مذاکرات کی سفارت کا ذکر پھر سے تازہ کردیا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل بھی قطر کا سلسلہ سامنے آنے پر امریکا نے کوششیں کی تھیں کہ مذاکرات کا جعلی ڈھونگ رچا کر اپنے لوگوں اور دنیا کو دکھایا جاسکے کہ افغانستان میں موجود امریکا اور ناٹو کے فوجی شکست کی بجائے اب بھی فتح کی پوزیشن میں ہیں ۔ اور انخلاء کے آبرومندانہ طریقے سے باعزت طور پر چل رہے ہیں. یعنی وہ چاہتے ہیں افغانستان سے امریکیوں کی انخلاء کو ایسا رنگ دیا جائے گویا ناٹو اور امریکا افغان عوام پر رحم پر کھا کر افواج نکال رہے ہیں نہ کہ فوجی شکست کی وجہ سے۔اور اس انخلاء سے ان کے عالمی متکبرانہ موقف اور غرور آمیز لب ولہجے پر اثر بھی نہ پڑے۔ کیوں کہ شکست کھا کر نکل جانا امریکا اور ناٹو کے لیے گویا موت پیغام ہے ۔یہاں بعینہ وہی تاریخ دہرائی جارہی ہے جب سوویت کو افغانستان میں شکست ہورہی تھی۔ روس نے امریکا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا کہ جس کے مطابق روس جنیوا معاہدہ اور افغان عوام کے مفادات کے تحفظ کی خاطر افغانستان سے جارہا ہے۔نہ کہ فوجی شکست کی وجہ سے۔ روس بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کے غرور کا پندار نہ ٹوٹے۔ مگر یہ بات آج واضح ہورہی ہے کہ جہادی قیادت نے امریکیوں اور روسیوں کی یہ مشترکہ سازش ناکام بنادی اور جب جنیوا معاہدہ کے تحت افغانستان سے روسیوں کے انخلاء کا آغاز ہوا مجاہدین کی جانب سے اس سے بھی زیادہ ہلاکت خیز حملوں کا آغاز ہوگیا اور یہ حملے اس وقت تک جاری رہے جب تک روس کا آخری فوجی سرحد کے پار نہ ہوا۔ اب امریکا چاہتا ہے کہ افغانستان کے چند پڑوسی ممالک کے ساتھ مفاہمت کرے تاکہ وہ انخلاء میں امریکا سے تعاون کر سکیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان سے اتفاق اور مفاہمت کے علاوہ اور کوئی بھی طریقہ امریکیوں کو انخلاء کی محفوظ راہداری نہ دے سکے گا۔

دوسری طرف امریکا اپنے ان ساتھیوں اور مغرب پسند افغانوں کے مستقبل کے بارے میں پریشان ہے جنہوں نے گذشتہ بارہ سالوں میں افغانستان اور اسلام کے خلاف علانیہ اور غیر علانیہ طریقے سے جرائم کا ارتکاب کیا۔ امریکا دنیا کو یہ بتانے کے لیے کہ اس نے اپنے انخلاء کے بعد افغانستان کا اقتدار ایک باقاعدہ منتخب حکومت کے حوالے کردیا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی محفوظ پناہ گاہ فراہم کیے بغیر نہیں چھوڑا، چاہتا ہے افغانستان میں کرزئی انتظامیہ کو خاتمے سے بچایا جائے۔ امریکا اس ہدف کے حصول کے لیے مختلف بیرونی جہتوں سے بھی مذاکرات کررہا ہے اور ان سے اپنے پسماندگان کے لیے تعاون کے معاہدے اور وعدے حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ امریکا کی ایک خواہش یہ بھی ہے کہ انخلاء کے وقت ان کی فوجوں پر حملے نہ ہوں اور انہیں باعزت راستہ فراہم کردیا جائے۔

قطر کا سلسلہ جب سامنے آیا تو اس وقت بھی امریکا چاہتا تھا اس سلسلے میں مذاکرات اور بات چیت کرے تاکہ آسانی سے مذکورہ بالا اہداف حاصل کرلیے جائیں۔ مگر چونکہ قطر کے مذاکرات کا سلسلہ آغاز سے پہلے ہی اختتام کو پہنچا اس لیے امریکا کے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ اپنی اس خیالی سٹریٹیجی کو عمل میں لاسکے

۔

اب امریکا افغانستان کے پڑوسی ممالک سے مطالبہ کررہا ہے کہ ان سے تعاون کیا جائے۔ امریکا کے وزیر خارجہ جان کیری سمیت خطے میں دیگر امریکی جنرلز کے حالیہ دورے کا مقصد بھی یہی پیغام پہنچانا تھا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ افغان عوام کے علاوہ کوئی بھی امریکا کو باعزت نکلنے کا اطمینان نہیں دلا سکتا۔ کیوں کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ افغانوں پر بیرونی رائے مسلط کرنا ایک ناکام کوشش اور بدنام حرکت ہے۔ بہتر یہی ہے کوئی بھی ایسی کوشش دوبارہ نہ کرے۔ یہ بات واضح

ہے اس قومی جذبے کے میزبان اس وقت امارت اسلامیہ کے مجاہدین ہیں۔ امریکا اگر واقعی صلح اور امن چاہتا ہے اور جنگی پالیسی سے دستبردار ہونا چاہتا ہے تو اسے افغانستان کو ایک بڑے زمینی حقیقت کی طرح تسلیم کرنا ہوگا۔ اور اسے چاہیے جعل سازی اور فریب کی مزید کوششیں کرنے سے باز رہے۔ افغانوں کو غلام بنانے کے ہوس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ یہ بات یقینی ہے کہ امریکا کی یہ ناکام کوششیں امریکی غلاموں اور کٹھ پتلیوں کو عوام کے احتساب سے نہیں بچا پائیں گی۔ وہ اپنے کیے کی سزا ضرور پائیں گے اور اعمال کے کڑوے نتائج ضرور بھگتیں گے۔ امریکا اور مغرب بھی انہیں اپنے ممالک میں رہنے نہیں دیں گے کیوں کہ امریکا اور مغرب خود سخت اقتصادی مشکلات کا شکار ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس حوالے سے کوئی اقدام کر بھی لیں مگر وہاں انہیں سخت عوامی ردعمل کا سامنا ہوگا۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ امریکا اور ناٹو اس لیے بھی انخلاء کے لیے تیار ہیں کہ گذشتہ بارہ سال سے مسلسل ان کی فوجیں جنگ میں مصروف ہیں۔ جس کی وجہ سے روزانہ ان کے درجنوں فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔ وہاں امریکا اور یورپ میں ان فوجیوں کے اہل خانہ اور رشتہ داروں میں جنگ سے نفرت اور بیزاری بڑھ رہی ہے۔ حکومتوں کو سخت عوامی دباؤ کا سامنا ہے۔ اس لیے اوباما چاہتا ہے جتنا جلد ممکن ہو امریکا اپنی فوجیں نکال لے۔

کیوں کہ امریکی عوام کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ افغانستان میں اپنے اہداف کا حصول ایک خواب ہی ہے دوسری طرف مزاحمت کار افغان دن بدن مضبوط ہو رہے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں امریکا اور ناٹو کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ امریکا کی نجات کا واحد راستہ صرف یہی ہے کہ 2014 سے پہلے رواں جنگ کا خاتمہ کردے اور اپنی شکست تسلیم کرلے کیوں کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ افغانوں نے کبھی دوسروں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ انگریز استعمار اور روس کی شکست تاریخ کی روشن مثالیں ہیں۔ اور اگر امریکا اس سوچ میں ہے کہ افغانستان کے پڑوسی ممالک انہیں نجات دلائیں گے تو اس کی یہ سوچ احمقانہ خیالات سے زیادہ کچھ نہیں۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں کر سکتا کہ فریب کاری اور چالاکی سے افغانوں کو مسخر کرنے کی اپنی سوچ پر عمل درآمد کروائے۔ کیوں کہ دنیا جانتی ہے کہ رواں تاریخی جہاد اور مزاحمت کے ریشے افغانوں ہی میں مضبوط ہیں۔ جیسا کہ یہاں پہلے بھی انگریزوں اور روسیوں کو شکست ہو چکی ہے اسی طرح امریکا کا انجام بھی آنے والا ہے۔ وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب یہاں رہنے والے بیرونی فوجی وسیع عوامی ردعمل کے منہ زور طوفانوں میں بہہ جائیں گے۔ جو امریکیوں کو ویت نام کے داستانیں بھلا کر رکھ دے گی۔ جی ہاں وہ ایک دن ضرور آئے گا!...

●●●

بقیہ از: برما کا انسانی المیہ اور دنیا کا شرمناک کردار

اور نہ ہی ان المناک واقعات پر کوئی معافی مانگی بلکہ گذشتہ سال 19 جولائی 2012 کو انتہائی ڈھٹائی سے کہا " اراکان میں مقیم 8 لاکھ روہنگیائی مسلمان درحقیقت غیر قانونی طور پر رہنے والے خانہ بدوش ہیں۔ ملک میں امن کے قیام کے لیے انہیں ملک سے بھگا دینا چاہیے تاکہ کسی اور ملک کے شہری بن جائیں یا برما سے باہر کسی مہاجر کیمپ میں منتقل کر دیے جائیں۔

اس ملک میں 1 ہزار سال سے رہنے والے لوگوں کے متعلق ملک کے صدر کی یہ دشمنی اور تعصب بھری باتیں اور دنیا کی شرمناک خاموشی؟!

نوبل انعام یافتہ برما کی سیاسی لیڈر آنگ سان سوچی ۔۔۔ جسے مغرب امن کی سفیر کہتے نہیں تھکتا اور جسے برما میں انسانی حقوق اور جمہوریت کی واپسی کا کریڈٹ دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ نے بھی مسلمانوں کے خلاف جاری ان مظالم کے خلاف مذمتی الفاظ تک استعمال نہیں کیے۔ مظالم کی روک تھام تو بہت دور کی بات ہے۔ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے دنوں میں جب ان سے پوچھا گیا کہ اراکان کے مسلمانوں کو آپ برما کے شہری سمجھتی ہیں؟ تو انہوں نے کمال معصومیت سے جواب دیا" میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی"۔

بودھسٹ مذہبی پیشواؤں نے اپنے شائع ہونے والے مشترکہ اعلامیے میں کہا کہ روہنگیا کے مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے۔ جو کیمپوں میں موجود ہیں انہیں غذائی اجناس اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی بند کر دی جائے تاکہ انہیں کیمپوں میں بھوکوں مریں یا ہمارا ملک چھوڑ جائیں۔

مذہبی پیشواؤں کی اس قدر سنگ دلی؟!! لیکن پھر بھی وہ فلسفہ عدم تشدد کے علم بردار؟!!

گذشتہ ایک سال کے عرصے میں برما کے واقعات میں یہودیوں کی غلام میڈیا کی جفاکاریاں میں سب کے سامنے آگئیں۔ وہی میڈیا جو کسی پر اسلامی حد جاری کرنے، تادیبی سزا دینے یا مسلمانوں کی جانب سے تشدد کے واقعات پیش آنے پر آسمان سر اٹھا لیتا ہے اور ہفتوں ہفتوں اس کی مخالفت میں پروگرام کرتے رہتے ہیں گذشتہ ایک سال سے جاری بڑے وحشیانہ مظالم ایسے پیش کرتا ہے جیسے دنیا کے کسی کونے میں کوئی چھوٹا سا واقعہ ہوا ہو۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں 10، 12 کتے بھی اگر ظلماً مارے جاتے ہیں تو یہ میڈیا کے لوگ اس پر کتنا شور مچاتے؟! مگر یہاں 45 ہزار کے قتل 10 ہزار کے لاپتہ اور 2 لاکھ تک بے گھر اور 4 کے زندہ جلنے پر ساری دنیا کے میڈیا نے چپ کا شرمناک روزہ رکھا ہے۔ اس کے باوجود ان کی قومیت، لسانیت اور مذہبی تعصبات کے خلاف جنگ کا دعوی سچا سمجھا جاتا ہے؟!۔

برما کا انسانی المیہ اور دنیا کا شرمناک کردار

ولید افغان

قارئین نے ذرائع ابلاغ پر 28 مئی کو برما کی ایک خوبصورت مسجد کی تصویر دیکھی ہو گی جسے وحشی بودھسٹوں نے آگ لگادی تھی۔ جس سے دھویں کے سیاہ مرغولے اٹھ رہے تھے۔ قارئین کو عالمی ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی 2 اپریل کی خبر بھی یاد ہو گی جس میں کہا گیا تھا کہ برما کے شہر رنگون میں بودھسٹوں نے رات کے تین بجے ایک مدرسے کو آگ لگادی جس میں 70 یتیم بچے حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آگ لگاتے وقت وحشی درندوں نے مدرسے کی دیواروں پر تیل چھڑک لیا تھا۔ ان وحشی درندوں نے جمع ہو کر موقع پر لوگوں کو آگ بجھانے بھی نہیں دیا۔ اس واقعے میں 13 ایسے طلبہ شہید ہو گئے جن کی عمریں 13۔14 سال کے لگ بھگ تھیں۔ یہ دہشتناک واقعہ ان نئے مظالم کی محض مثال ہے جس کا آغاز 2012ء میں ہوا تھا۔

گذشتہ جون میں مظالم کا سلسلہ کیسے شروع ہوا؟

ہوا یوں یہ کہ اپریل 2012ء میں بودھسٹوں کے ایک بااثر خاندان کی دو لڑکیوں نے اسلام قبول کیا۔ بودھسٹوں نے ان دو لڑکیوں کو اسلام سے واپس پھیرنے کی بہت کوششیں کیں اور قتل کی بہت دھمکیاں بھی دیں مگر ان دو لڑکیوں نے گہرے مطالعے کے بعد آسمانی دین قبول کیا تھا اس لیے کسی قسم کا دباو قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان لڑکیوں نے موت کو تو قبول کر لیا مگر اسلام چھوڑنے پر تیار نہ ہوئیں۔

متعصب و متکبر بودھسٹوں نے ان دو لڑکیوں کے قتل اور عام مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ بنایا۔ اس پلان پر انتہائی سرعت سے اور انتہائی وحشی طریقے سے عمل کیا گیا۔ ان دونوں لڑکیوں کو اغواء کر کے 28 مئی 2012 کو تشدد کے بعد انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ اور اس کا الزام مسلمانوں پر لگایا کہ مسلمانوں نے دو بودھسٹ خواتین کو اغواء کر کے جنسی تشدد کے بعد قتل کر دیا ہے۔ اسی الزام کی بنیاد پر پولیس نے کئی مسلمانوں کو گرفتار کیا۔ پولیس کو اصل حقائق سے آگاہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے چند بڑے متعلقہ پولیس اسٹیشن کے سامنے جمع ہو گئے۔ جس سے بودھسٹ حکومت اور عوام کو بہت زیادہ غصہ آیا۔ کیوں کہ انہوں نے اس عمل کو مسلمانوں کا احتجاج سمجھا۔ جبکہ برما میں مسلمانوں کا احتجاج تو کجا اپنی مظلومیت کی شکایت کرنا بھی بودھسٹ عوام اور بودھسٹ حکومت کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

بودھسٹ سازشیوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے خلاف عوام میں اس طرح کی نفرت آمیز بیداری پیدا نہ ہوئی جیسا انہوں نے چاہا تھا اس لیے فورا ایک اور پلان بنا کر اسے عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ پلان کے مطابق 3 جون کو صوبہ اراکان کے تنگوگ نامی مشہور شہر کی ایک جامع مسجد میں تبلیغی اجتماع جاری تھا جس کے لیے آنے والے لوگوں کی ایک بس جو دارالحکومت رنگون جارہی تھی اسے بودھسٹوں کی دہشت گرد تنظیم ماگ کے جوانوں نے روک دیا بس میں 37 افراد سوار تھے بودھسٹوں نے ان میں سے 10 علماء کو نیچے اتار اور اتارتے ہی ان پر لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں۔ اور سب کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔ مارنے کے بعد ان کے سر کے بال اور داڑھیاں کاٹ کر انہیں سرخ چوغے پہنائے۔ اور پورے ملک میں ان کی لاشوں کو گھما کر یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ قتل ہونے والے افراد بودھ مذہبی پیشوا اور ان کے شاگرد ہیں جنہیں مسلمانوں نے شہید کر دیا ہے۔

بس اس بات کے مشہور ہونے کی دیر تھی کہ اراکان کے پورے صوبے اور آس پاس کی دیگر پڑوسی صوبوں میں فوج اور پولیس کے ساتھ مل کر سارے بودھسٹ مسلمانوں کے قتل عام کے لیے میدان میں کود پڑے۔ سب سے پہلے اراکان میں مسلمانوں کے سب سے بڑے مدرسے "حمایۃ الاسلام" کو آگ لگادی۔

جس میں مدرسے کے مہتمم مفتی واجد صاحب، مدرسے کے چار بڑے اساتذہ اور 28 طلبہ شہید کر دیے۔ اور پھر مسلمان مرد، عورت، نوجوان، بوڑھے، بچے جو بھی سامنے آتا انہیں مارتے شہید کرتے چلے گئے۔ مسلمانوں کی ہر جھونپڑی جلادی گئی۔ اس قتل عام میں ذرائع ابلاغ پر شائع ہونے والے محتاط اعداد وشمار کے مطابق 28 ہزار {در حقیقت 45 ہزار سے بھی زائد} مسلمان مارے گئے۔ جن میں سے 4 ہزار زندہ جلائے گئے۔ 5 ہزار خواتین جنسی زیادتی کا شکار ہو گئیں۔ 10 ہزار سے زائد مسلمان زندہ غائب کر دیے گئے۔ 25 ہزار سے زائد

مسلمانوں کے گھر جلا دیے گئے۔ اور 2 لاکھ کے لگ بھگ مسلمان بے گھر ہو گئے۔ مارے جانے والے، غائب، بے گھر اور جنسی زیادتی کا شکار ہونے والے سارے اعداد و شمار دیکھے جائیں تو یہ سارے اعداد بہت بڑے اعداد ہیں اور یہ اس دور کا سب سے بڑا انسانی المیہ ہے۔

اس بڑے انسانی المیے کے حوالے سے دنیا نے اپنی ذمہ داری کتنی ادا کی اور کیا موقف اپنایا؟ یہ بات بہت واضح ہے اور عالمی قوتوں کی منافقت بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ امریکا، یورپی یونین، ناٹو اور سلامتی کونسل کہاں چلے گئے۔ انہیں برما میں جاری مظالم کیوں نظر نہیں آ رہے۔ دہشت گردی کے خلاف ان کی جنگ کہاں چلی گئی۔ انسانیت دوستی کہاں گئی۔ مظلوم انسانوں کی حفاظت کے بڑے دعوے کہاں گئے۔

مسلمان جب غاصب جارحیت پسندوں کے خلاف اپنی زمین کی آزادی، اپنی جانوں کی حفاظت، عزتوں اور مالوں کی حفاظت کے لیے میدان میں نکلے ہیں اور مزاحمت کر رہے ہیں تو دنیا انہیں دہشت گرد کہتی ہے۔ لیکن جب پوری دنیا کی سطح پر بڑی دہشت گردی جاری ہے اور بدھسٹوں کی ماگ نامی ایک بڑی دہشت گرد تنظیم لاکھوں انسانوں کو اپنے ہی ملک میں بلا کسی جرم کے وحشت و دہشت کا نشانہ بنا رہی ہے تو دنیا اسے دہشت گرد کہتی ہے نہ انتہا پسند۔ نہ ان کے وحشیانہ کردار کو دہشت گردی کہتی ہے۔ اس لیے ان کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت بھی انہیں نہیں پڑتی۔

لیبیا میں جب قذافی حکومت کے خلاف اٹھنے والے گنتی کے چند مخالفین حکومت کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تو سلامتی کونسل نے کتنے اخلاص سے اور کتنا جلد جنگ کی منظوری دے دی۔ ناٹو میدان میں آیا اور اس وقت تک اس ملک پر بمباری ہوتی رہی جب تک قذافی مارا نہ گیا اور لیبیا کی حکومت ختم نہ ہوئی۔ ناٹو کی بمباری میں 85 ہزار تک لیبیا کے مسلمان شہید اور زخمی ہو گئے۔ لیبیا حکومت کی جانب سے مارے جانے والے افراد سب کے سب حکومت کے مسلح مخالفین تھے جن کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ نہ تھی مگر یہ اتنا بڑا جرم تھا کہ جس کی وجہ سے قذافی حکومت کو گرانا ضروری ہو گیا تھا۔ سینکڑوں لوگوں کو سزا دینے کے جرم میں 85 ہزار لوگوں کا قتل اور زخمی ہونا کوئی قابل تشویش بات نہیں سمجھی گئی۔

لیکن یہاں برما میں 45 ہزار تک بے گناہ لوگ حکومت نے یا حکومت کے اشارے پر بودھسٹوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس حکومت کے خلاف مسلح اقدام تو دور کی بات ناٹو یا سلامتی کونسل نے اس کی مذمت بھی نہیں کی۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ لیبیا پر حملے میں ان کے بڑے فائدے تھے۔ اس خطے میں قذافی کے نام سے ایک بڑی رکاوٹ ان کے راستے سے ہٹ گئی۔ مغربی استعمار کا دامن وسیع ہو گیا۔ امن اور خوشحالی سے بھرپور مسلمانوں کے ایک ملک میں ایک بڑی بدامنی پیدا ہو گئی۔ اس کی تقسیم کا راستہ ہموار ہو گیا۔ اور سب سے اہم یہ کہ سارا خوان مسلمانوں کا بہا اور تیل کے بڑے ذخائر مغرب کے قبضے میں آ گئے۔

برما حکومت کے خلاف اقدام کرنے میں ایسا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا بلکہ یہ نقصان ضرور تھا کہ عام مسلمانوں کے قتل عام کا راستہ رک جاتا۔ مسلمانوں کا قتل عام روکنے کے لیے ناٹو یا سلامتی کونسل کیوں برما حکومت کے خلاف اقدامات کرے۔

کچھ عرصہ قبل جب پاکستان ضلع سوات میں ملالہ نامی ایک لڑکی پر حملہ ہوا اور وہ اس میں زخمی ہو گئی اور اس سے قبل ایک جعلی ویڈیو میں سوات کی ایک خاتون کو طالبان کے ہاتھوں کوڑے مارتے دکھایا گیا۔ تو طالبان کو دنیا میں بدنام کرنے کے لیے امریکی صدر اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سمیت تمام مغربی سربراہوں نے ان دونوں واقعات کی بار بار مذمت کی۔ اور مغربی ذرائع ابلاغ میں یہ سب خبریں اس تواتر اور اہتمام سے دکھائی گئیں اور اتنے زیادہ تبصرے کیے گئے جیسے کسی ملک پر ایٹم بم گرایا گیا ہو۔ یا کوئی بڑا زلزلہ یا طوفان آ گیا ہو۔ جس میں لاکھوں انسان مارے گئے ہوں۔

اسی طرح گذشتہ سالوں میں ہمارے ملک میں جو بھی کسی بڑے حکومتی عہدے پر فائز خاتون ہلاک ہو گئی یا کسی بے پردہ طالبہ پر تیزاب پھینکا گیا اور اس کا الزام طالبان پر لگایا گیا تو طالبان کو بدنام کرنے اور عالمی ذرائع ابلاغ کے سامنے خود کو خواتین کا خیر خواہ دکھانے کے لیے ہر مغربی سربراہ نے انتہائی سخت الفاظ میں ان واقعات کی مذمت کی اور ایسا کرنے والوں کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ مغربی میڈیا نے بھی ہر خبر سے زیادہ ایسے واقعات پر توجہ دی۔

صوبہ بغلان کی شہری سہار گل نامی خاتون پر اپنے شوہر اور اہلخانہ کی جانب سے تشدد کیا گیا۔ اس واقعے کو اتنی شہرت کیسے ملی؟ اور ایک ماہ تک مغربی سربراہان اور ذرائع ابلاغ اس واقعے کو یاد کرتے رہے؟

اس لیے کہ دنیا میں یہ سوچ پھیلانا مقصد تھا کہ مسلمان خواتین کے ساتھ کتنا ظلم کرتے ہیں۔ ان کے حقوق پامال کرتے ہیں ہم ان کے حقوق واپس انہیں دلانا چاہتے ہیں۔

دوسرا ہدف یہ تھا کہ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کے بہانے افغان خواتین کو گھروں سے نکال دیا جائے اور ان کو پردے سے بے پردہ کر دیا جائے۔

اسی طرح تقریباً ایک سال قبل جب کٹھ پتلی انتظامیہ کے انٹیلی جنس اہلکاروں نے تخار میں بی بی حاجرہ نامی سکول میں چند طالبات کو بے ہوش کیا اور اس کا الزام طالبان پر لگایا تو کئی کئی دنوں تک یہ خبر عالمی ذرائع ابلاغ کے لیے عنوان، مغربی رہنماؤں اور دانشوروں کے لیے پسندیدہ موضوع رہی۔

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد دو ارب کو پہنچ رہی ہے۔70 فیصد معدنی ذخائر کی مالک یہ قوم انہیں نااہل حکمرانوں کے تسلط کی وجہ سے غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا کے ممالک متحد ہو کر دنیا سے یہ مطالبہ کریں کہ برما کی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سلسلہ روک دیا جائے۔ان کے جان ومال کی حفاظت کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔1982 میں پاس ہونے والے شہریت کے قانون کا خاتمہ کیا جائے اور مسلمانوں کے تمام شہری حقوق دیے جائیں۔اسلامی دنیا اگر عالمی قوتوں سے یہ مطالبہ کرے تو وہ بھی برما حکومت پر دباؤ ڈالنے پر مجبور ہوں گے۔برما حکومت بھی ان مطالبات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گی۔

چند ماہ قبل بھارت میں ایک لڑکی پر چند افراد نے جنسی تشدد کیا، جس نے ہسپتال میں جان دے دی تو اس واقعے کی مغرب نے کتنی مذمت کی؟ مغربی میڈیا نے کتنا اس واقعے کو زیر بحث لایا یہ سب جانتے ہیں۔ یہی مغربی سربراہان اور عالمی ادارے ہیں جنہوں نے سوات، ہند، لغمان، قندہار، بغلان یا ننگرہار کے خواتین کے لیے ہمدردی تو ظاہر کی ہے لیکن برما کے مظلوم خواتین سے ہمدردی کیوں ظاہر نہیں کرتے؟۔ حالانکہ برما کی خواتین پر ہونے والے مظالم کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مظالم کا شکار ہونے والی خواتین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ ہم نہیں کہہ رہے ایمنسٹی انٹرنیشنل نامی بین الاقوامی ادارے نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ 2012 جون میں مسلمانوں پر جو حملے شروع ہوئے آخر تک ان حملوں میں کم از کم 5 ہزار مسلمان خواتین بودھسٹوں کی جنسی زیادتی کا نشانہ بنیں۔

اب یہ عجیب ہے کہ ایک خاتون پر تشدد کی وجہ سے دنیا کو سر پر اٹھایا جاتا ہے اور برما میں کم از کم پانچ ہزار خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہزاروں کو قتل اور ہزاروں غائب کردی گئیں۔ انہیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ مغربی سربراہان اور ذرائع ابلاغ چپ سادھے ہوئے ہیں۔ عملی اقدام تو رہے ایک طرف زبانی ناراضگی، احتجاج، مظلوموں کی ہمدردی، ظالم کی مذمت، ان کے مظالم کی سزا کا مطالبہ اور بائیکاٹ کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ امتیازی سلوک دنیا میں کیوں جاری ہے؟

برما جو فوجی اور اقتصادی لحاظ سے ایک کمزور ملک ہے، ان میں اتنی سکت نہیں کہ اپنے بل بوتے پر اتنے بڑے پیمانے پر مظالم کرسکیں، اور نہ ہی ان میں اتنی ہمت ہے۔ برمی حکومت اتنے بڑے مظالم کسی کے ورغلانے پر ہی کرسکتے ہیں۔ لگتا ہے جو قوتیں عراق، افغانستان، فلسطین، مالی، سوڈان، صومالیہ اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کررہے ہیں یہی قوتیں برما میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے پس پردہ کام کررہے ہیں۔ برما حکومت اور بودھسٹوں کو پیٹھ پر تھپکیاں دیتے ہیں اور ہر طرح کی وحشتناکی کے باوجود ان کی حمایت کرتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ برما میں مسلمانوں پر ظلم اور وحشت کا سلسلہ اور اس پر اسلام دشمن قوتوں کی خاموشی اور رضامندی کوئی نئی بات نہیں بلکہ 4 جنوری 1948ء کو جب برما نے انگریزوں سے برائے نام آزادی حاصل کی اور وہاں بودھسٹوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ {درحقیقت اب بھی امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی غلام حکومت ہے اور برما جو کچھ بھی کرتا ہے انہیں کے حکم پر کرتا ہے }پورے برما خصوصا اراکان میں بھی روہنگیا نامی قبیلے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں پر بودھسٹوں کی جانب سے نہ تھمنے والے مظالم کا سلسلہ شروع ہوگیا جو اب تک جاری ہے۔

1948 سے لے کر اب تک برما میں مسلمانوں کے خلاف ملک کے اندر 12 سے زیادہ بڑے بڑے فوجی آپریشن ہوچکے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف 1948 میں ہونے والے سب سے پہلے آپریشن B.T.F میں 30 ہزار سے مسلمانوں کو ظالم بودھسٹوں نے قتل کردیا۔ 2001ء میں ہونے والے آپریشن میں 700 مسلمان شہید اور 800 سے زیادہ گرفتار کرکے اغواء کرلیے گئے۔ جن کا آج تک کچھ پتہ نہ چل سکا۔ 1991ء سے 2000ء تک مختلف فوجی آپریشنز میں 18 سو سے زیادہ گاؤں جلادیے گئے۔ 200 سے زیادہ مساجد گھوڑوں کے اصطبل اور فوجی مراکز میں بدل گئے۔ صرف 2002ء میں 40 مساجد کا خاتمہ کیا گیا۔

1984 میں 2 سو ایسے خاندان جو ہجرت کے لیے سمندری سفر کررہے تھے فوج نے ان کی کشتیاں الٹ دیں جس سے یہ 200 خاندان سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا۔

1978 میں تین ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو بوریوں میں بند کرکے سمندر میں پھینکا گیا۔ مسلمانوں کے 20 سربراہوں کو زندہ دفن کردیا گیا۔ اسی سال ایک مسجد میں 120 خواتین کی نعشیں ملیں۔

اپریل 1948 میں مسلمانوں کے خلاف بودھ عوام نے مظالم کا جو سلسلہ شروع کیا تھا صرف ضلع اکیاب میں بودھسٹوں کے ہاتھوں 8 ہزار مسلمان شہید کردیے گئے۔

اپریل 1992 میں بودھسٹوں نے مسلمانوں کی مسجد پر حملہ کردیا اور 2 سو سے زیادہ مسلمانوں کو شہید کردیا۔

1950 کے فوجی آپریشن میں 30 ہزار، 1956 کے آپریشن میں 13 ہزار، 1996 کے آپریشن میں 25 ہزار، 1978 کے آپریشن میں 3 لاکھ، 1991 کے آپریشن میں 2 لاکھ 25 ہزار اور 96 اور 97 کے آپریشنز میں 60 ہزار مسلمان بنگلہ دیش ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ یہ سب اعداد و شمار بنگلہ دیش سے شائع ہونے والی سالانہ میگزین دعوۃ کے 2006 کے شمارے میں شائع ہوئے۔

1948 سے 1962 تک مسلمانوں پر اگرچہ مظالم ہوتے رہے مگر کاروبار سمیت کئی امور میں انہیں آزادی حاصل رہی۔ 1962ء میں وہاں کی حکومت گرا کر فوجی حکومت قائم کی گئی۔ فوج کو اقتدار ملتے ہی مسلمانوں کے خلاف مظالم اور وحشتوں کا وہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ انسانی تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اراکان کی تجارت میں مسلمانوں کا بڑا حصہ تھا مگر فوج نے مسلمانوں پر تجارت کے سارے راستے بند کر دیے۔ 1964 میں مسلمانوں کے تمام رفاہی، ثقافتی اور سماجی ادارے بند کر دیے گئے۔ حکومتی کابینہ اور پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے جتنے نمائندے تھے سب کی رکنیت ختم کر دی گئی۔ 1982ء میں نسلی تعصب اور دشمنی کی بنیاد پر شہریت کا ایسا قانون پاس ہوا جس کی رو سے گنتی کے چند مسلمانوں کے علاوہ روہنگیا سمیت تمام مسلمانوں سے اپنے ملک کی شہریت لے لی گئی۔ حالانکہ برما سے مسلمانوں کا تعلق نیا نہیں بلکہ دس صدیوں پر اتا ہے۔ ہزار سال قبل بھی مسلمانوں کے آباؤ اجداد یہاں مقیم تھے بودھسٹ خود مسلمانوں کے بہت بعد یہاں آئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مسلمانوں کو ایسے خانہ بدوشوں کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جو ہر طرح کے شہری حقوق سے محروم اور کسی بھی ظالمانہ اقدام کے مقابلے میں انہیں آواز اٹھانے کی اجازت نہ ہو۔ اس لیے تقریباً تمام مسلمانوں کو شہروں سے نکال دیا گیا۔ ان کے املاک غصب کر دیے گئے۔ وہ جنگلوں اور بنجر زمینوں میں رہنے پر مجبور ہوگئے۔ صحراؤں اور جنگلوں میں بھی بہت سے مسلمانوں کو رہنے کا حق حاصل نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے سے دور رہیں گے تاکہ اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ رہیں۔

صحراؤں اور جنگلوں میں بھی جن خیموں میں مسلمان رہتے ہیں ہر خیمے پر انہیں ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ جب بھی فوجی افسر چاہیں ان کے خیمے اور جھگیاں گرا کر سکتے ہیں اور جب چاہیں انہیں بھگا سکتے ہیں۔ اور کوئی متبادل جگہ بھی فراہم نہیں کی جاتی۔ جس بنجر زمین کو مسلمان آباد کر کے کاشت کے قابل بنا دے اور وہ فصل دینے لگے تو یہی ظالم فوجی افسران نہ صرف یہ کہ ان سے وہ زمین واپس لے لیتے ہیں بلکہ زمین پر ہونے والے اخراجات بھی انہیں مسلمانوں کے ذمے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اپنا سرمایہ منتقل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور جب اجازت ملتی ہے تو پھر منتقل کرنے کا ٹیکس لیا جاتا ہے۔

ایک مسلمان جتنا بھی ایمرجنسی مریض ہو مسلمانوں کو اپنا مریض فوج کی اجازت کے بغیر ہسپتال لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کوئی مسلمان فوج کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنا مہمان نہیں بنا سکتا۔ شہر سے باہر بننے والے سارے فوجی مراکز کا سارا کام اور ان کے اخراجات انہیں مسلمانوں کے ذمے ہوتے ہیں۔ بودھسٹوں کے لیے شہروں سے باہر بننے والے عبادت خانوں کے اخراجات اٹھانا بھی مسلمانوں کے ذمے ہوتا ہے۔

گھر کا ایک فرد ضرور فوجی افسروں کے لیے جنگلوں سے بانس کی لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بازار تک پہنچانے کے لیے موجود رہتا ہے۔ دن رات کا فرق کیے بغیر ہر وقت فوج کو لوگوں کی تلاشی لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ تلاشی کے وقت فوجی افسروں کو جو پسند آجائے اسے لے کر چلے جاتے ہیں کسی کو انہیں روکنے کا حق نہیں۔ تلاشی کے بعد مسلمانوں کے گھروں سے فوجی مراکز کی خدمت کے بہانے جتنی چاہیں خواتین لے جانے کا انہیں حق ہوتا ہے۔ خواتین کو خدمت کے بہانے لے جایا جاتا ہے اصل مقصد ان پر جنسی تشدد کرنا ہوتا ہے۔ جنسی تشدد کے لیے بعض اوقات 11، 12 سال کی چھوٹی بچیوں کو بھی اٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔ حکومت نے ایسے قوانین بنا رکھے ہیں جس سے بچوں کے لیے تعلیم اور بڑوں کے لیے حکومتی اداروں میں کام کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مسلمان مرد کی عمر 30 سال اور خاتون کی عمر 25 سال کی ہو جائے تو انہیں شادی کی اجازت نہیں ہوتی۔ کوئی مسلمان مرد اور عورت اگر آپس میں شادی کرنا چاہیں تو انہیں چار جاسوس اداروں سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ سخت کوششوں کی بعد جب انہیں اجازت ملتی ہے تو انہیں قسم کھانا پڑتا ہے کہ تین سے زیادہ بچے پیدا نہیں کریں گے۔ {اب 28 مئی 2013 کو برما حکومت نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کو دو سے زائد بچے پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی} دوسری طرف چاروں انٹیلی جنس ادارے ہیں جن سے اجازت لینے میں سالہا سال لگ جاتے ہیں۔ اسی لیے ہر گاؤں میں غیر شادی شدہ لوگوں کی تعداد شادہ شدہ لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے گاؤں بھی ہوتے ہیں جہاں 2، 3 سال گزرنے کے بعد بھی شادی نہیں ہوتی۔ بہت زیادہ کوششوں کے بعد جب مسلمانوں کو شادی کی اجازت مل جاتی ہے تو بھی اجازت کے بعد اور شادی سے پہلے خاتون اور شوہر کو اس بات کا مکلف کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں فیملی پلاننگ اینڈ کونسل سینٹر نامی اداروں میں کچھ راتیں گذاریں۔

مسلمانوں سے ان چند راتوں کے بہت زیادہ پیسے لیے جاتے ہیں اور یہاں بھی اکثر دلہنوں کی عزتیں لوٹ لی جاتی ہیں۔ Lenaviobserration نامی ایک فرانسیسی ہفت روزے نے اپنی 23 اپریل کی اشاعت میں شامل ایک رپورٹ میں کہا: ایسی معلومات ملی ہیں کہ برما کی فوج نے بے شمار مسلمان خواتین کے سینے کاٹ دیے ہیں

۔اسی طرح bichitra نامی بنگلہ دیشی ہفت روزہ میگزین کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اقتدار پر فوج کے قبضے کے بعد 1978 تک جتنے واقعات کی رپورٹ ملی ہے ان میں 2600 مسلمان خواتین پر فوج کے ہاتھوں جنسی تشدد ہوا۔

انہیں مظالم سے تنگ آنے والے تقریباً آدھے مسلمان برما سے بنگلہ دیش، پاکستان، سعودی عرب، ملائیشیا، تھائی لینڈ اور کئی دیگر ممالک کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ برما میں باقی بچ جانے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ وہیں رہیں مگر اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں۔

برما کے مسلمان کشتیوں میں جس ملک کے ساحل پر پہنچ جاتے ہیں انہیں واپس اپنے ملک کی جانب بھگایا جاتا ہے۔ اراکان کے سب سے زیادہ قریب بنگلہ دیش ہے مگر بنگلہ دیش پہنچنے والے ہزاروں مسلمانوں کو انتہائی بے رحمی سے واپس نکال دیا گیا۔ برما کی حکومت برما سے مسلمانوں کا مکمل خاتمہ چاہتی ہے اس لیے مسلمانوں کے خلاف وحشتناک مظالم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اقوام متحدہ، امریکا اور دیگر مغربی ممالک اس پر خوش ہیں کہ مسلمان وہیں رہیں اور ان پر بودھ حکومت اور عوام کے مظالم ہوتے رہیں۔ اسی لیے تو مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور وحشتوں کے آغاز سے اب تک آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ برما حکومت کے خلاف کوئی چھوٹا اقدام بھی اب تک نہیں کیا گیا۔

بس یہ مغرب کا اصل چہرہ ہے۔ جو لوگ ان کی منافقت کا شکار ہوگئے ہیں انہیں اب سوچنا چاہیے کہ اب مزید منافقت میں نہ آئیں۔ بات صرف مغربی قیادت یا مغربی دنیا کی نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے رہنماؤں نے بھی برما کے مسئلے میں اپنی ایک فیصد ذمہ داری بھی ادا نہیں کی۔ شرمناک خاموشی نے ان کے لب سی دیے ہیں۔ عملی اقدام تو رہی دور کی بات گذشتہ جون سے اس جون تک جاری ظلم کے خلاف کسی نے محض مذمتی الفاظ کہنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ نہ ایسی پریشانی اور ناراضگی کا کسی نے اظہار کیا جیسا ہونا چاہیے تھا۔ برما کے مسلمانوں کے تعاون کے لیے کوئی آگے نہیں آیا۔ برما کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے کسی اسلامی رہنما نے برما جانے کی زحمت نہیں کی۔ صرف ترکی کے صدر طیب اردگان اپنی اہلیہ کے ساتھ برما کے مسلمانوں کے غم میں شریک ہوئے اور برما کے مسلمانوں کی حالت زار جاننے کے لیے برما تک گئے۔ برما کے مسلمانوں کی حقیقی صورتحال قریب سے جاننے کے بعد دنیا نے دیکھا کہ وہ اور ان کی اہلیہ کتنا روئے؟ انہوں نے غم کے کتنے آنسو بہائے؟

اسلامی کانفرنس کے موقف نے تو اسلامی دنیا کو شرمندگی کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیا۔ گذشتہ سال کے دوران اس کانفرنس نے برما کے مسلمانوں کے متعلق انتہائی جفاکاری کا مظاہرہ کر کے اپنی حیثیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ برما حکومت کے خلاف کچھ کرنے کی توقع تو ویسے بھی اس کانفرنس سے نہیں تھی اتنی توقع بہر حال تھی کہ دنیا سے برما حکومت کے خلاف اقدامات اٹھانے کا مطالبہ تو کرے گی۔ بدقسمتی سے کانفرنس نے دنیا سے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا۔ رمضان کی آمد پر اس حساس موقع پر کانفرنس کے سربراہ اکمل الدین اوغلو نے نے کہا کہ اسلامی ممالک رمضان کے مبارک مہینے میں برما کے مسلمانوں کی مدد کریں۔

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد دو ارب کو پہنچ رہی ہے۔ 70 فیصد معدنی ذخائر کی مالک یہ قوم انہیں نااہل حکمرانوں کے تسلط کی وجہ سے غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا کے ممالک متحد ہو کر دنیا سے یہ مطالبہ کریں کہ برما کی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سلسلہ روک دیا جائے۔ ان کے جان ومال کی حفاظت کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ 1982 میں پاس ہونے والے شہریت کے قانون کا خاتمہ کیا جائے اور مسلمانوں کے تمام شہری حقوق دیے جائیں۔ اسلامی دنیا اگر عالمی قوتوں سے یہ مطالبہ کرے تو وہ بھی برما حکومت پر دباؤ ڈالنے پر مجبور ہوں گے۔ برما حکومت بھی ان مطالبات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی۔ 1959 میں جب برما حکومت نے مسلمانوں کے 34 گاؤں خالی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت کے پاکستان کے صدر جنرل ایوب خان نے اس پر شدید احتجاج کیا تھا جس سے مجبور ہو کر برما حکومت نے اپنا یہ فیصلہ واپس لے لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس اپنے گھروں میں آجائیں۔ اگر ایک صدر کا احتجاج اتنا اثر انگیز ہو سکتا ہے تو پوری اسلامی دنیا کا احتجاج کتنا کارآمد ہوگا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ برما میں مسلمانوں سے دشمنی اور مظالم کا جاری سلسلہ صرف فوج کی حمایت یا بودھ عوام کی جانب سے نہیں بلکہ بودھ عوام، فوج، موجودہ حکومت، اپوزیشن سیاسی پارٹیاں اور لیڈر اور ان کے مذہبی پیشوا سب ایک ساتھ ہیں۔

دنیا کا یہ اصول ہے کہ طبعی اور قدرتی آفات کے وقت عوام کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکامی اور اپنے نفوس کو نجات دینے میں ناکامی پر متعلقہ ذمہ داران مستعفی ہو جاتے ہیں اور یہ ہر ذمہ دار اور عہدیدار کی اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ ملک کے اندر خانہ جنگی اور اس میں لوگوں کے قتل عام کا سلسلہ روکنے میں تو سارا ملک حکومت کے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کی قانونی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ گذشتہ سال جون میں ہونے والے مسلمانوں کے قتل عام اور آج تک جاری ان بڑے مظالم پر برما کے صدر تین سین نے نہ ان واقعات کی مذمت کر کے پریشانی کا اظہار کیا

بقیہ صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں۔

امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے سربراہ کا انٹرویو

ملاقات: ابو عابد

افغانستان پر کفری طاغوتی قوتوں کی فوج کشی کے خلاف مسلح مزاحمت اور جہاد میں اگر استعماری قوتوں کے بے تحاشا جانی نقصانات کے حوالے سے اہم معرکہ قرار دیا جاتا ہے تو وہاں اقتصادی لحاظ سے بھی یہ جنگ دنیا کے مستحکم اور کمزور اقتصاد کی حامل قوتوں کے درمیان اہم نوعیت کی لڑائی قرار دی جاسکتی ہے۔

امریکہ کی سربراہی میں مغربی قوتوں نے ایک ایسے وقت میں کمزور ملک افغانستان پر حملہ کیا جب وہ اقتصادی لحاظ سے بام عروج کو چھو رہے تھے، بالخصوص امریکہ جس کا اقتصاد صدر بل کلنٹن کی دور حکومت میں انتہائی مستحکم تھا، جارج بش بھی اسی مضبوط اقتصادی قوت کے بل بوتے پر مغرور ہو کر اسلامی دنیا پر چڑھائی کی حماقت کی۔

ظاہر بات ہے کہ ایک ایسی لڑائی میں جس کے پیچھے مضبوط اقتصادی قوت ہو، مزاحمت کے لئے بھی بے تحاشا اخراجات اور مالی قربانیوں کی ضرورت ہوگی، امارت اسلامیہ افغانستان اللہ تعالی کی مدد سے گزشتہ بارہ برسوں سے دنیا کے بڑے اقتصادی قوتوں سے برسرپیکار ہے، اس حوالے سے اگر ایک جانب اسلامی امت نے بے دریغ جانی قربانیاں دی ہیں تو دوسری جانب ان کی مالی قربانیاں اور جہاد بھی تاریخی کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے، افغان مسلمان ملت اور پوری ملت اسلامیہ کی بے حدمالی قربانیوں کی بدولت دنیا کی مضبوط ترین اقتصادی قوتوں کی حامل طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں جاری جہاد کو کامیابی ملی۔ امارت اسلامیہ کے اقتصادی نظام سے آگاہی اور نظم وضبط جاننے کے لئے اس شمارے میں امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے سربراہ محترم ملا ابو احمد سے انٹرویو لیا ہے جو قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

سوال: سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، جناب امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے حوالے سے معلومات دیں اور اس کے طریقہ کار پر روشنی ڈالیں؟

جواب:
الحمد للہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد:

سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ کے سوال کے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اقتصادی امور کا کمیشن امارت اسلامیہ کے رسمی تشکیلات میں مالی اور اقتصادی امور کے حوالے سے باقاعدہ ذمہ دار کمیشن ہے جس کے ماتحت امارت کے تمام اقتصادی امور کا نظام اور باقاعدہ نیٹ ورک قائم ہے۔ اس کمیشن کے مرکزی ادارے کے علاوہ افغانستان کے تمام صوبوں میں نمائندے موجود ہیں، اسی طرح مالی تعاون کی رقوم حاصل کرنے کے لئے ملک کے تمام صوبوں، ہمسایہ ممالک، عربی اور اسلامی دنیا میں ہمارے نمائندے موجود ہیں، ان نمائندوں کے توسط سے امت مسلمہ کے تعاون کی رقم اقتصادی کمیشن تک پہنچتی ہے، کمیشن شفاف اور منظم طریقے سے تعاون کی ان رقوم کو تمام جہادی ضرورتوں کے لئے استعمال اور خرچ کرتا ہے۔

سوال: مالی تعاون حاصل کرنے کے ذرائع اور طریقہ کار کیا ہے؟ اپنے ملک یا دنیا کے کسی حصے میں لوگ کس طرح امارت اسلامیہ کو مالی تعاون پہنچا سکتے ہیں؟

جواب: جیسا کہ میں نے ابتداء میں کہا کہ افغانستان، ہمسایہ ممالک، خلیجی ممالک اور دنیا کے دیگر ممالک میں ہمارے نمائندے موجود ہیں، جہاں بھی کوئی چاہے امارت اسلامیہ کے ساتھ مالی تعاون کر سکتا ہے، اس سلسلے میں وہ ہمارے مرکزی ایمیل ایڈرس Financecm.iea@gmail.com پر ہم سے رابطہ کر کے اعتماد حاصل کریں اور امدادی رقم ہمارے نمائندے کے حوالے کریں، اسی طرح افغانستان میں بھی ہمارے دو ٹیلی فون نمبرز

0093798098813.......0093772784376

فعال ہیں، اس ذریعے بھی ہمارے ساتھ رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور تعاون کی رقم پہنچا سکتے ہیں۔

ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دشمن کی جانب سے کبھی بڑی سطح پر یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے کہ مجاہدین کی رقوم کے انتقال کی راہ مسدود کر دی گئی ہے اور اب وہ دنیا سے امداد حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کہیں امدادی رقم منتقل کر سکتے ہیں، سو کہنا چاہتا ہوں یہ صرف پروپیگنڈہ ہے، مجاہدین امدادی رقوم کے حصول اور انتقال کے لئے محفوظ راستے استعمال کرتے ہیں کہ نہ امداد دینے والوں کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے اور نہ ہی امداد حاصل کرنے والوں کو۔

اس لئے دشمن کی نگرانی کا ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا، دنیا کے کسی کونے میں کوئی امارت اسلامیہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے تو وہ ہم سے رابطہ کرکے محفوظ راستے سے ہم تک امداد پہنچاسکتے ہیں۔

سوال: آپ نے اقتصادی کمیشن کی تشکیل کی بات کی، اچھا یہ بتائیں کہ اقتصادی کمیشن یہ رقوم کہاں اور کس طرح خرچ کرتا ہے؟

جواب: مالی کمیشن جو امارت اسلامیہ کے تمام اقتصادی امور کا نگران ادارہ ہے، کام اور اخراجات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، مثلا امارت اسلامیہ کے انتظامیہ کمیشن جو افغانستان کے طول وعرض میں جہاد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اخراجات صرف کرتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے ملکی کمیشنز جن میں اطلاعات ونشریات کمیشن، تعلیم کمیشن، دعوت وارشاد کمیشن اور دیگر مختلف ادارے شامل ہیں ان سب کے بھاری اخراجات ہوتے ہیں۔

صحت کمیشن جس کا کام جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کا علاج ومعالجہ ہے، بہت بڑی رقم ان پر خرچ کی جاتی ہے۔

اسی طرح یتیموں کی کفالت، زخمی مجاہدین کی طبی امداد، قیدوں کے ساتھ تعاون اوران کا علاج ومعالجہ، معذوروں کے ساتھ مالی تعاون اوران کی کفالت اوردیگر شعبوں میں خرچ کیا جاتا ہے۔

سوال: اقتصادی کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے بتائیں کہ امارت اسلامیہ کے اقتصاد کی بنیاد کس چیز پر قائم ہے یعنی اتنے بھاری اخراجات کہاں سے پورا کرتے ہیں؟

جواب:

امارت اسلامیہ کے اقتصاد کی بنیاد افغان عوام اور بالعموم امت مسلمہ کے مالی تعاون پر قائم ہے، الحمدللہ امارت اسلامیہ طویل جدجہد اور استقامت کے ساتھ جہاد کی بدولت پوری اسلامی دنیامیں امت مسلمہ کے دلوں میں اپنامقام بنایاہے، نہ صرف افغانستان اور ہمسایہ ممالک بلکہ عرب دنیاسمیت دیگر اسلامی ممالک کے عوام جو کئی برسوں سے اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے پیاسے ہیں، شریعت محمدی کا نفاذ، طاغوتی قوتوں کے خلاف مقدس جہاداوراسلامی نظام ان کی آرزو ہیں، امارت اسلامیہ کے ساتھ عقیدت کی بنیاد پر اچھے تعلقات رکھتے ہیں، جی چاہتا ہے کہ مزید وضاحت کے لئے کچھ تفصیل بیان کروں، آپ نے سنا ہوگا کہ دشمن پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ کے ساتھ کچھ خاص ممالک اوراداروے مالی تعاون کرتے ہیں اوراسی تعاون کی بناء پر مجاہدین نے جہاد کو جاری رکھا ہے، لیکن اگر ہم اندازہ لگائیں توافغان جنگ نہایت زیادہ اخراجات سے لڑنے والی طویل جنگ ہے یہاں تک کہ خود امریکہ اخراجات صرف کرنے سے بے بس ہے، جبکہ دنیا کے دیگر ممالک جن کی بنیاد مستحکم اقتصاد پر قائم تھی، کمزور اور بے بس ہوگئے، مگراللہ کا شکر ہے کہ مجاہدین اقتصادی لحاظ سے کمزور نہیں بلکہ ماضی کے برعکس مستحکم ہیں، اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ امارت اسلامیہ کا اقتصاد کسی ایک ملک یا کسی خاص ادارے پر قائم نہیں بلکہ یہ دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے مالی تعاون پر قائم ہے جو نہایت خلوص نیت کے ساتھ مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتے ہیں حتی کہ منہ کا نوالہ بھی آدھا کرکے مجاہدین کو دیتے ہیں۔

افغانستان کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک میں مالی جہاداور قربانیوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جس سے اسلام کے قرون اولی کی یاد تازہ ہوتی ہے، اب بھی مختلف اسلامی ممالک میں لوگ اپنے سرمایے کا ایک بڑا حصہ جہاد کے لئے وقف کرتے ہیں، خصوصا مسلمان عورتوں کا کردار قابل صدستائش ہے جومالی جہاد میں اہم رول ادا کرتی ہیں، یہاں پر دومثالیں آپ کے سامنے رکھوں گا تاکہ آپ سمجھیں کہ مسلمان کتنے خلوص کے ساتھ مالی تعاون کرکے مالی جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔

ایک مسلمان بھائی جس کا نام لینا نہیں چاہتا ہوں، نے اچانک مجاہدین کے ساتھ خطیر رقم کی صورت میں مالی تعاون کیا، جب ساتھیوں نے اتنی بڑی رقم کے تعاون کا استفسار کیا تواس نے بتایا کہ کسی نے مجاہدین کی ضروریات کی صورتحال سے آگاہ کیا، میرے ساتھ بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں ان کے ساتھ تعاون کرلیتا تو مجاہدین کی ضروریات اور میری بے بسی نے مجھ پر بہت اثر کیا اور میرا دل بہت دکھایا، میں اسی پریشانی کے عالم میں گھر لوٹا، اہلیہ کی نظریں مجھ پر پڑیں کہ میری طبیعت کیوں خراب ہے تو میں نے بتایا کہ مجاہدین اقتصادی لحاظ سے کمزور ہیں اور شدید مشکلات کا شکار ہیں اسی لئے میری طبیعت خراب ہے، اسی وقت جب میری اہلیہ مجاہدین کی مشکلات سے اگاہ ہوئی تواس نے اپنا ہار جو سونے کا تھا اور بہت عرصے سے محفوظ رکھا تھا، لاکر مجھے دیا اور کہا کہ میں اس کو اللہ تعالی کی راہ میں صدقہ کروں گی، اس کو لے جائیں اور بیچ کر پیسے مجاہدین کو دیدیں تاکہ وہ اس سے اپنی ضرورتیں پوری کریں۔

ایک داستان کا میں خود گواہ ہوں ہم ایک علاقے میں چند سرمایہ دارلوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کے مالی تعاون کاذکر کررہے تھے، یہاں پر زمین کا مالک کنواں کودرہاہے، ان کے مزدور کام میں مصروف ہیں، اسی وقت ایک بوڑھا شخص "جس کی دیہاڑی دوہزار تھی" کنویں سے باہر نکلا، اس پر پسینہ آرہا تھا اور بہت تھکا ہوا تھا، ہماری طرف آیا جب اسے پتہ چلا کہ اقتصادی کمیشن کے لوگ آئے ہیں مالی تعاون چاہتے ہیں تواس نے کنویں کے مالک سے کہا کہ میری دوہزار دیہاڑی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اس لئے وہ مجاہدین

کو دیدیں جو وہ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کریں گے۔

یہ تعاون جو ہمارے مسلمان بہن بھائی نہایت خلوص کے ساتھ خفیہ اور اکیلا اللہ تعالی کے دین کی سربلندی کے لئے کرتے ہیں، ان میں بہت برکت ہے، اللہ تعالی نے اس کے ذریعے امارت اسلامیہ کا جہاد جاری رکھا ہے، یہاں تک کہ دنیا کے مستحکم اقتصاد کے حامل مغرور ممالک کی معیشت زوال پذیر ثابت ہوئی۔

سوال: بہت سے لوگ اللہ تعالی کی راہ میں مال خرچ کرنا چاہتے ہیں لیکن بیشتر اوقات وہ اس میں فکر مند رہتے ہیں کہ کہاں مال خرچ کریں مثلاً غریبوں کے ساتھ تعاون کریں، مدارس اور مساجد کے ساتھ تعاون کریں یا کسی اور شعبے میں خرچ کریں لیکن جب وہ اس بارے میں علماء کرام سے رجوع کرتے ہیں تو وہ انہیں کہتے ہیں کہ جہاں ضرورت زیادہ ہو اور اجر بھی زیادہ مرتب ہو وہاں خرچ کریں، اس حوالے سے آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب۔ جی ہاں بلاشبہ آج مسلمان کئی مشکلات سے دوچار ہیں اور تمام شعبوں میں مالی تعاون کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے، میرے خیال میں اہم یہ ہے کہ مالی تعاون وہاں خرچ کرنا چاہیے جہاں مظلوم اور بے بس مسلمانوں کے مسائل حل اور ان کی مشکلات دور ہو جائیں۔

ہم جہاں پیسے خرچ کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کی راہ میں لڑنے والے مخلص مجاہدین ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالی کی راہ میں وقف کر رکھی ہے، دنیا کے بڑے ظالم، جابر اور طاغوتی قوت کے خلاف برسرپیکار ہیں، مقابل میں مستحکم اقتصاد کی حامل باطل قوتیں ہیں، تاہم مجاہدین بڑے خلوص سے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھی ہے اور ان کے آگے صدا حق بلند کر رہے ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے وہ بڑے مشکل حالات میں جہاد کر رہے ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ مشین کی ایک گولی 30 روپے کی ہے، راکٹ کا ایک گولہ 5000 کا ہے اور ایک مشین گن 5 لاکھ کی ہے تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ مجاہدین روزانہ جنگ میں کتنی گولیاں استعمال کریں گے اور ان کی رقم کہاں سے آئیگی۔

اس کے علاوہ جہاد میں شہید ہونے والوں کے ہزاروں یتیم بچوں کی کفالت امارت اسلامیہ کی ذمہ ہے، ایک ساتھی نے مختلف علاقوں سے یتیموں کی لسٹ بنا کر کے امارت کو دی ہے، ان یتیموں کے والد جو کسی دشمنی یا تنازعہ میں نہیں بلکہ اسلام کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں، ان کے یتیم بچوں اور بیواؤں کے آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ان کی کفالت امارت اسلامیہ کرتی ہے، اس کے علاوہ دشمن کی جیلوں میں قید مجاہدین کے ساتھ بھی تعاون کرتے ہیں، ان کی رہائی پر بھی اخراجات آتے ہیں، رہائی کے بعد ان کے علاج کے اخراجات ہیں کیونکہ جیلوں میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک اور تشدد کے باعث وہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسی طرح زخمیوں اور معذوروں کے علاج و معالجے کے اخراجات ہیں، اور وہ معذور مجاہدین جو کوئی کام نہیں کر سکتے ان کی کفالت بھی امارت اسلامیہ کرتی ہے، جبکہ بہت سے مہاجر مجاہدین جن کے آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ان کے اخراجات بھی امارت برداشت کرتی ہے۔

آپ خود سوچیں کہ جن لوگوں کے ساتھ امارت تعاون کرتی ہے جن میں مجاہدین، زخمی، قیدی، مہاجرین، معذور، یتیم اور بیوائیں شامل ہیں کیا یہ ہمارے معاشرے کے کمزور، محتاج اور حقدار نہیں؟ انہوں نے صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے، سر، مال، اعضاء اور رشتہ داروں کی قربانی دی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کا تمام مسلمانوں پر حق ہے کہ ان کے ساتھ مالی تعاون کریں، اور اگر مسلمان بھائی ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں تو اللہ تعالی انہیں جہاد میں مکمل شرکت کا اجر دے گا۔

سوال: آخر میں امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے نام کوئی پیغام ہو تو بتادیں؟

جواب: میرا کوئی ذاتی پیغام نہیں لیکن چونکہ اقتصادی کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے ہزاروں مجاہدین، معذور، زخمی، قیدی، مہاجرین، یتیم، بیوائیں اور محتاج لوگون کی کفالت میری ذمہ ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ امت مسلمہ کو اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامات کی یاددہانی کرادوں جو اللہ تعالی نے انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا حکم دیا ہے اور ان حالات میں مسلمانوں کو کیا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں کئی مرتبہ جہاد بالمال کا ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کا حکم دیا ہے کہ جانی قربانی کی طرح مالی قربانی بھی دیں حتی کہ بیشتر آیات میں جہاد بالمال کا ذکر جہاد بالنفس سے مقدم لایا ہے، جیسے ارشاد باری تعالی ہے (انفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) (التوبة:41) ، اللہ تعالی کی راہ میں نکلیں اور جہاد کریں اپنے مال اور جان کے ساتھ۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جہاد بالمال کی تقدیم بالنفس پر اس لئے ہے کہ مال کی قربانی بہت سے لوگوں کے لئے زیادہ مشکل ہے سو جو کام زیادہ بھاری ہو اس کا اجر زیادہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اکثر اوقات مال کو مجاہدین کی زیادہ ضرورت پیش ہوتی ہے، مال کو احتیاج کی بناء پر اللہ تعالی نے پہلے جہاد بالمال کا حکم کیا ہے، جیسے پہلے میں نے کہا کہ مجاہدین کو مالی تعاون کی زیادہ ضرورت ہے، اور جو مسلمان سرمایہ دار ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

جہاد بالمال اور انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل کے حوالے سے کثرت سے اتنی

آیاتیں اوراحادیث موجود ہیں کہ ان کاذکر کرنا یہاں ممکن نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے،

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ *تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. . الصف – ۱۰ – ۱۱ آیتونه

اے ایمان والو، کیامیں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں ہولناک عذاب سے بچائے، اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں اپنے مال اور جان کے ساتھ، یہ تمہارے لئے خیر ہے اگر سمجھتے ہو۔

اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے (مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (261)﴾)البقرة

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد بالنفس اور جہاد باللسان کی طرح جہاد بالمال کا حکم بھی دیاہے، ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ جس نے مجاہدین کو جہاد کے اسباب مہیا کئے گو اس نے خود جہاد میں شرکت کی۔

افغانستان پر طاغوتی قوتوں کا حملہ کسی دوملکوں کے درمیان لڑائی نہیں بلکہ یہ دو تہذیبوں کے درمیان جنگ ہے، استعماری قوتیں چاہتی ہیں کہ ایک اسلامی ملک پر قبضہ کرنے سے پوری اسلامی دنیاکے دل میں مورچہ بنائیں، اسی لئے یہ عقیدے کی جنگ ہے، ہر مسلمان پر مجاہدین کی حمایت اور تعاون لازم ہے، جس طرح دنیاکے کونے کونے سے کافرمال اکٹھاکرکے اس جنگ میں خرچ کرتے ہیں، جنگی اخراجات کی تکمیل کے لئے باقاعدہ طور پر چندہ کرتے ہیں، رقم جمع کرتے ہیں، پھر اپنے فوجیوں اوران کے ایجنٹوں پر خرچ کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی احساس ہونا چاہیے، اپنے سرمایہ کا ایک حصہ اللہ کی راہ "جہاد" میں خرچ کریں، تاکہ آپ بھی جہاد میں شریک ہو، وہ شخص جو جہاد میں کسی عذر کے بغیر شرکت نہ کریں تو وہ منافق قرار دیاگیاہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ من مات ولم يغزو ولم يتحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق .

جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیااورنہ اسے اس کا احساس تھاتو وہ شخص ایک قسم حالت نفاق میں مرا۔

تومسلمان بھائیوں کو احساس ذمہ داری کی یاددہانی کراتے ہوئے امید رکھتاہوں کہ وہ اپنے مجاہدین، قیدیوں، یتیموں اور محتاج بھائیوں کے ساتھ مالی تعاون کرتے رہیں گے۔ والسلام

۸۹

تاریخ ۱۴۳۳/۱۱/۱ تعاون فورم (یتیم) مسلسل نمبر(۰۰۳۳)

(یتیم کے متعلق معلومات)

تصویر

نام: صفت اللہ — ولدیت: نور محمد

دادا کانام: محمد ظریف — عمر: 4سال

والد کی تاریخ وفات: 1433ھ — بھائی اور بہنوں کی مکمل تعداد: 5

صرف والد کا انتقال ہوا ہے: — والدین دونوں وفات پاچکے ہیں:

بچے کی صحت: ٹھیک ہے — تعلیم:

سکول یا مدرسے کا نام:

مستقل پتہ

صوبہ: بادغیس — ضلع: بالامرغاب

گاؤں اور قصبہ: بنیرک

موجودہ پتہ: ایضا

(سرپرست کے متعلق معلومات)

سرپرست کا نام: سرپرست بچے کی ماں ہے — پیشہ: مزارعت

سرپرست کا یتیم کے ساتھ رشتہ: والدہ — فون نمبر:

پتہ: ایضا

نقدی کی صورت میں تعاون کی رقم: 30000 {تیس ہزار}

نوٹ:

۸۹

تاریخ ۱۴۳۳/۰/۱۲ مسلسل نمبر ۰۰۳۳ تعاون فورم (یتیم)

(یتیم کے متعلق معلومات)

تصویر

نام: عصمت اللہ — ولدیت: غلام رسول

دادا کانام: نیاز محمد — عمر: 12سال

والد کی تاریخ وفات: 1432 — بھائیوں اور بہنوں کی کل تعداد: 5

صرف والد کا انتقال ہوا ہے: — والدین دونوں وفات پاچکے ہیں:

یتیم کی صحت: ایک ٹانگ پاؤں سے پیدائشی معذور ہے — تعلیم اندازہ: ابتدائی حالت تعلیم

سکول یا مدرسے کا نام اور پتہ: محلہ کی مسجد میں دینی تعلیم

مستقل پتہ

صوبہ: غزنی — ضلع: خواجہ عمری

گاؤں، قصبہ: گیری

موجودہ پتہ: ایضا

(سرپرست کے متعلق معلومات)

سرپرست کا نام: رحمت گل — پیشہ: کوئی بھی نہیں

یتیم سے رشتہ: تایا — فون نمبر: ۰۷۷۸۳۲۱۱۷۴ ۰۷۸۱۷۴۸۰۳۱

پتہ: ایضا

نقد تعاون کی رقم: 30000{تیس ہزار}

نوٹ: مذکورہ شہید کے گھر میں دو اور بھی مرد شہید ہوگئے ہیں جن کے بچے اور بیوائیں بھی اسی گھر میں ہیں ۔ دوسرے فورم میں بھی ان کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

اسی کا تو انتظار تھا

محمد فرھاد جانباز

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ..... " ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان الٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔" آج اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر کے دکھادیا ہے۔ ایک مظلوم ملت کے حقیقی نمائندوں کو دنیا کے سامنے اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔طالبان افغانستان کے حقیقی حکمران ہیں۔ اس لیے آج افغانوں میں خوشی کی ایک بڑی ہی مسرور کن لہر دوڑ گئی ہے۔ وہ حقیقی خوشی سے یہ گن گا رہے ہیں کہ " ....آئے آئے طالبان...ساری دنیا پہ دیکھو چھائے طالبان"......

قطر میں امارتِ اسلامیہ کے سیاسی دفتر کی تصاویر اور ویڈیوز دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ مجھ سمیت طالبان کا ہر ہمدرد کا انگ انگ خوشی سے جھوم رہا ہے۔ آج امارتِ اسلامیہ کے لاکھوں شہداء کا خون رنگ لے آیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب ایک دفعہ پھر سرزمینِ افغانستان پر خلافتِ اسلامیہ قائم ہونے والی ہے۔ میں سمجھتا ہوں .. "قائم ہونے والی ہے" میں ذرا کچھ تکلف ہے، درحقیقت یہ ایک ایسا قدم ہے، جو امارتِ اسلامیہ کی قائم ہونے والی شان دار عمارت کی دہلیز پر قدم رنجہ فرمانے کے مترادف ہے۔

گردشِ دوراں کا خوب مشاہدہ کرنا چاہیے، کل تک اسی امریکہ سمیت تمام اتحادی ممالک ہی تھے، جو ہمیں دہشت گرد کہتے نہ تھکتے تھے، لیکن آج ان دنیاوی تھانے داروں اور امن کے ٹھیکے داروں نے باہم گفت وشنید کے لیے سفارتی دفتر کھولنے کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کر کے درحقیقت ازخود یہ ثابت کر دیا کہ ہم جھوٹے تھے۔طالبان ایک امن پسند، ایک حقیقی انسان دوست نظام کے داعی اور علم بردار ہیں۔ یہ دفتر طالبان کی لاٹھی کے زور سے بنا ہے۔ زبر دست امریکہ نے زیر دست ہو کر ایک ایسا تلخ گھونٹ پیا ہے، جو اگر طالبان کا زور نہ ہوتا تو کبھی پینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ آج امریکہ نے اپنی مکمل ناکامی کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کو وہ حقیقت، جو افغانستان پر بم باری کرنے سے پہلے سمجھ لینی چاہیے تھی، اب سمجھ آہی گئی ہے کہ طالبان بلاشبہ اور حقیقۃً امن پسند اور افغانستان کے حقیقی حکمران ہیں۔ اسی لیے اس نے افغان سکیورٹی کنٹرول اپنی کٹھ پتلی کو سونپ دیا ہے۔ لیکن دوسری جانب کا منظر نامہ بڑا ہی دلچسپ اور مزے دار ہے۔ وہ یوں کہ طالبان نے کرزئی لالا پر زمین تنگ کر کے رکھ دی ہے۔ یہ منافق کبھی ادھر بھاگتا ہے کبھی ادھر، لیکن اس کو راستہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ویسے بھی دنیا زمینی حقائق سے خوب آگاہ ہے کہ..... "دھوبی کا کتا ، نہ گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ کا...." یہ جب افغانستان کے صدر بنے تھے، تو ان کے ابتدائی خطاب کے الفاظ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ موصوف کے ارشاد میں یہ الفاظ تھے...:"ہم طالبان سمیت کسی بھی دہشت گرد سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کریں گے" لیکن آج تو جناب والا کبھی قطر جارہے ہیں تو کبھی پاکستان... کبھی خود تشریف لے جاتے ہیں تو کبھی اپنے کسی پٹی بند بھائی کو ادھر ادھر بھیجتے ہیں۔

جیسا کہ امارتِ اسلامیہ کا روزِ اول سے یہ مؤقف رہا ہے کہ اس جنگ میں دو فریق ہیں۔ ایک امریکی اور ایک افغان عوام، جن کی حقیقی نمائندگی امارتِ اسلامیہ کر رہی ہے۔ لہٰذا دوسرے کسی غیر متعلقہ فرد کی، خواہ وہ کرزئی ادارہ ہو یا کوئی اور، بیچ میں حائل ہونے کی کوشش غیر ضروری ہوگی۔... دو آدمی آپس میں گتھڑ رہے تھے۔ تیسرے نے آکر دخل دیا تو انہوں نے پوچھا کہ.... بھائی تم کون؟ اس نے کہا: جی میں خوامخواہ!!! کرزئی کو افغان صدارت کے اسٹیج پر اپنے کردار کا تعین خود ہی کر لینا چاہیے۔...

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آخر میں بندہ اپنی طرف سے تمام عالمِ اسلام کو امارتِ اسلامیہ کے دفتر کی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ اس کامیابی کے بعد مصائب و آلام کے دن بتدریج کم ہوں گے۔ خاص کر برما، شام، فلسطین اور دوسرے مظلوم مسلم خطوں کو انصاف کے حسین دن کا روشن چہرہ دیکھنے میں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ انشاء اللہ

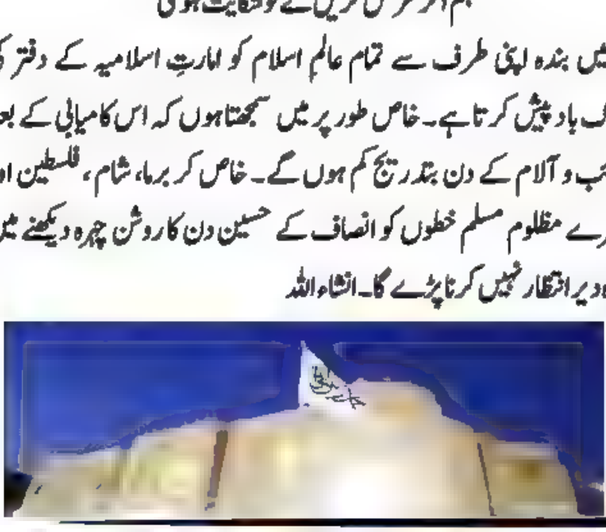

کابل میں "سی آئی اے" کے مرکز پر حملہ

تحریر : عبید تنویر

کل جمعہ کے روز شام 4 بجے چند فدائی مجاہدین نے کابل میں حساس ترین علاقے میں واقع سی آئی اے کے مرکزی دفتر سمیت دیگر افغان اور غیر ملکی تنصیبات پر کاری ضرب لگائی اور شدید جانی ومالی نقصان پہنچایا۔ کابل میڈیا اور سرکاری ترجمان نے قیامت خیز حملے کی اہمیت کو کم کرنے کی سر توڑ کوششیں کیں اور حملے میں حسب سابق چند سیکورٹی اہلکار معمولی زخمی ہونے کی خبر شائع کی اور حملہ آوروں کو معمولی مزاحمت کے بعد ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا لیکن واقفان حال جانتے ہیں کہ اصل حقائق اس کے برعکس ہیں۔

طلوع، آئینہ اور یک ٹی وی چینل کے نمائندوں اور عینی شاہدین کے مطابق ایک فدائی مجاہد نے بارود سے بھری گاڑی کو حفاظتی گیٹ سے ٹکرادی جس کے نتیجے میں حائل سیکورٹی رکاوٹیں دور ہوگئیں، دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ پورا شہر لرز اٹھا ممکن نہیں تھا کہ کوئی اس میں زندہ بچ جاتا۔ بعدازاں جدید ہتھیاروں سے لیس چار تربیت یافتہ فدائی مجاہدین نے سرکاری عمارتوں پر دھاوا بول دیا اور بغیر کسی مزاحمت کے عمارت میں داخل ہوگئے اور بالائی منزل میں مورچے سنبھال لئے اور سامنے سیکورٹی فورسز کے دفتر، ہسپتال اور سی آئی اے کا اہم مرکز اور مہمان خانہ حملے کا نشانہ بنایا، شام 4 بجے شروع ہونے والی لڑائی رات 10 بجے تک جاری رہی، ہزاروں افغان اور غیر ملکی فوجیوں میں اتنی ہمت، جرآت اور اہلیت نہیں تھی کہ وہ چار مجاہدین کو آسانی سے خاموش کرسکیں جو بلاشبہ ان کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔

مجاہدین کے مطابق (جنہیں فدائی مجاہدین نے اطلاع دی تھی) سی، آئی، اے کے دفتر میں تمام امریکی آفیسرز جن کی تعداد 60 بتائی جاتی ہے، ہلاک ہوگئے یا شدید زخمی ہوگئے کیونکہ مجاہدین نے دفتر کی عمارت کو گھیرے میں لیکر دشمن کو نکلنے کا موقع فراہم نہیں کیا اور جو نکلنے کی کوشش کرتا اس کو نشانہ بنادیا جاتا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں سیکورٹی انتظامات اتنے سخت ہوں کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا وہاں طالبان چھوٹے، بڑے ہتھیاروں کے ساتھ کیسے داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے اور اہم تنصیبات کو نشانہ بنایا، اس اہم سوال پر کابل انتظامیہ اور سرکاری ترجمان نے کوئی بحث نہیں کی، وہ علاقہ جو سی، آئی، اے اہلکار اپنے لئے سب سے زیادہ محفوظ تصور کرتے تھے وہاں تک طالبان کی رسائی اور انہیں عبرتناک سبق سکھانا سیکورٹی اداروں کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کابل حکومت کے نمائندے بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ سات گھنٹے مزاحمت کے بعد حملہ آوروں کو غیر ملکی فوجیوں کے تعاون سے ہلاک کردیا، ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ چار مجاہدین اور ان کے محدود اسلحے کے مقابلے میں ٹینکوں، ہیلی کاپٹروں، توپوں اور لیزر مشین گنوں کے حامل ہزاروں فوجی اہلکار بے بس تھے اور اہم بات یہ ہے کہ اس طرح کے حملے کرنے والوں کا حتمی ہدف جام شہادت نوش کرنا ہے۔

خالد بن ولید آپریشن کے سلسلے میں کابل میں جاسوسی ادارے کے مرکز پر ہونے والے قیامت خیز حملے نے سی، آئی، آے کے کارندوں کو ہلا کر رکھ دیا اور امریکیوں پر یہ ثابت کردیا کہ امارت اسلامی کے بہادر مجاہدین افغانستان میں جب اور جہاں چاہیں حملہ کرسکتے ہیں۔

ان شاءاللہ

مترجمین یا خفیہ اداروں کے آلہ کار۔۔۔؟

فرہاد

برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیویڈ کیمرون نے کہا ہے کہ ان کی حکومت ان لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑے گی جنہوں نے برطانوی افواج کے ساتھ تعاون کرنے میں اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال دیا تھا، سیاسی امور کے تجزیہ نگاروں کے مطابق کیمرون کا اشارہ ان 600 کے لگ بھگ افغان ترجمانوں کی جانب تھا جن کے نام لندن کے خفیہ ادارے کے تنخواہ دار ایجنٹوں میں شامل ہیں جو برطانوی فوجیوں کے ساتھ ایک جگہ کام کرتے تھے۔ برطانیہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے ملک میں رہنے کا حق دے کیونکہ وہ افغان مسلمان ملت کے خلاف برطانوی افواج کے شانہ بشانہ جرائم میں ملوث رہے۔ اگرچہ صلیبی اتحاد میں شامل ممالک اس معاملے پر منتشر اور منقسم ہیں لیکن امریکہ، کنیڈا، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا جن کی فوجیں سنگین جرائم کی مرتکب ہوچکی ہیں ، ایک منصوبے کے تحت ان گماشتوں جو ترجمان کے نام سے ان ممالک کے خفیہ اداروں کے لئے خدمات انجام دے رہے تھے کو پناہ دے رہے ہیں تاہم کئی ممالک ایسے اقدامات کی مخالفت کررہے ہیں کیونکہ ان کا موقف ہے کہ ایسا منصوبہ افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے بداعتمادی کا سبب ہوگا۔

ہمیں یقین ہے کہ افغانیوں کے دین، تہذیب اور سرزمین کو مسخ اور غصب کرنے والی طاغوتی قوتیں مار کھا کر منطقی انجام کو پہنچ رہی ہیں اور خوشیوں سے بھرپور مستقبل کی نوید سنائی دے رہی ہے انشاء اللہ۔ وہ وقت آن پہنچا کہ استعماری قوتیں، ان کے زرخرید غلام اور کارندے اپنے مذموم کردار اور سنگین انسانی جرائم کی سزا بدترین شکست کی صورت میں بھگتیں گے۔ 2013ء کے اختتام تک برطانوی فوجیوں کے انخلاء کے ساتھ افغانی ایجنٹوں کو اپنے ملک میں ایڈجسٹ کرنے کا منصوبہ واضح ثبوت ہے۔

امریکہ کے بعد دوسرا ملک برطانیہ ہے جس کی فوجیں زیادہ تعداد میں افغانستان میں موجود ہیں، گزشتہ بارہ برسوں کے دوران انسانیت کے قتل عام اور تذلیل کے سوا انہوں نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، اس کے برعکس انہیں خود بھاری جانی اور مالی نقصانات سہنا پڑے اور یہ تاریخ کے اوراق میں بھی رقم ہوگی کہ ایک مرتبہ پھر برطانوی فوجیوں کو افغانستان سے رسواکن پسپائی اختیار کرنا پڑی جن کی تلخ یادیں آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

برطانیہ 2013ء کے اختتام تک اپنے فوجیوں کے انخلاء کا فیصلہ کرچکا ہے وہ افغان آلہ کار جنہوں نے گزشتہ بارہ برسوں کے دوران برطانوی وحشیوں کے ساتھ اسلام اور افغان مسلمان ملت کے خلاف جنگ اور سربریت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، نہایت پریشان، بے چین اور گھبرائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ افغان معاشرے میں بیرونی عناصر اور ان کے زرخرید غلام ناقابل برداشت ہیں، وہ نفرت کی علامت بن جاتے ہیں اور عبرت کا نشانہ بنتے ہیں، جو غیروں کی مسلط کردہ جنگ میں ان سے تعاون کرتے ہیں انہیں معاشرے میں غلام اور ایجنٹ قرار دیتے ہیں، بلاشبہ وہ افغان جو چند ڈالر اور پونڈ کے بدلے کفری اور طاغوتی قوتوں کے ساتھ تعاون کرنے میں اسلام اور افغانی غیرت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ایسے لوگوں کو کبھی بھی غیور افغان ملت معاف نہیں کرے گی اور ضرور انہیں اپنے برے اعمال اور غلط کردار کا حساب دینا پڑے گا، ظاہر ہے افغان عوام کی مشکلات اور مسائل میں انہی کا نمایاں کردار تھا۔ اسلام، ملک اور قوم کے خلاف غاصب دشمن کی جنگ میں وہ پیش پیش تھے اس لئے انہیں اپنے کئے کی قیمت ضرور چکانا پڑے گی۔

دنیا میں اعتماد کی فضا برقرار رکھنے اور رسوائی سے بچنے کے لئے برطانوی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ان افغانوں جنہوں نے برطانیہ کے خفیہ ادارے کے لئے مترجمین کا روپ دھار کر آلہ کار کے طور پر جاسوسی کی خدمات انجام دی ہیں کو اپنے ملک میں پناہ دیں اگر کسی ترجمان یا ایجنٹ کو قتل کیا جاتا ہے تو یہ براہ راست امریکیوں اور برطانیہ کی بدنامی ہے کیونکہ ان کیلئے خدمات انجام دینے کے صلے میں انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے مستقبل کے تحفظ کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق برطانوی حکومت پہلے مرحلے میں مترجمین کے نام پر 6 سو کے لگ بھگ افغانوں کو پانچ سال کے لئے عارضی ویزے جاری کرے گی، پانچ سال بعد مستقل بنیادوں پر ویزوں کا اجراء کیا جائے گا، اس سے قبل جب برطانوی افواج عراق سے نکل رہی تھیں اس وقت بھی انہوں نے اپنے عراقی ایجنٹوں کو برطانیہ کے ویزے دیئے اور انہیں برطانیہ میں رہنے کا حق اور سہولیات فراہم کیں کیونکہ برطانوی افواج کے انخلاء کے بعد عراقی ایجنٹ

pakistancyberforce.co

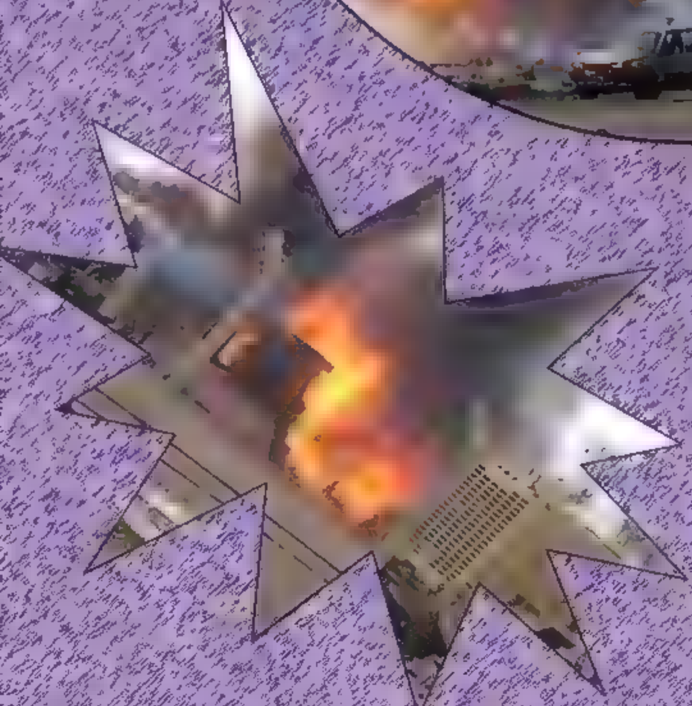

بھی خود کو عراق میں غیر محفوظ تصور کرتے تھے تاہم انہیں برطانیہ کی جانب سے پہلے مرحلے میں مستقل ویزے فراہم کئے گئے شاید انہوں نے جاسوسی کی خدمات انجام دینے میں کچھ زیادہ اخلاص اور دیانت سے کام لیاہو اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عراق کی نسبت افغانستان میں برطانیہ کے جانی اور مالی نقصانات کی شرح کئی گنازیادہ ہے، یہاں ہزاروں برطانوی فوجیوں کے مغرور سر اور کھوپڑیاں خون میں لت پت پڑی ملی ہیں ممکن ہے کہ یہ افغانی ایجنٹوں کی غفلت کا نتیجہ ہو اس لئے برطانوی حکومت نے بھی ان کے ساتھ مخلصانہ اقدام نہیں اٹھایا۔ بہر کیف دونوں ملکوں کے ایجنٹوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دیا لیکن پتہ نہیں برطانیہ نے ان کے درمیان کیوں فرق کیا کہ عراقی ایجنٹوں کو مستقل اور افغانی آلہ کاروں کو عارضی ویزے فراہم کئے تاہم کئی مبصرین کا خیال ہے کہ 5 سال کے بعد برطانوی حکومت پالیسی تبدیل کرکے ان کے ویزے جعلی قرار دے کر انہیں اپنے ملک سے واپس نکال دے۔ ادھر کچھ برطانوی اس فیصلے کی شدید مخالفت کررہے ہیں ان کا موقف ہے کہ اس اقدام سے برطانیہ کے اقتصاد پر اضافی بوجھ پڑے گا جبکہ تہذیب وتمدن کے حوالے سے بھی وہ اعتراض کرتے ہیں۔ تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان فرق معنی خیز ہے، افغانیوں کے ویزے عارضی اور جعلی ہوسکتے ہیں کیونکہ عراقی مترجمین کو مستقل طور پر ویزے فراہم کئے گئے تھے جن میں 15 فیصد واپس عراق لوٹ گئے ہیں اب چونکہ رواں سال کے آخر تک تمام برطانوی افواج افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائیں گی اور وہ افغانی ایجنٹس جو مترجمین کے روپ میں برطانیہ کے خفیہ ادارے کے لئے جاسوسی کی خدمات انجام دے رہے تھے، کو افغان عوام کے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے انہیں برطانیہ میں پانچ سال سکونت کے لئے عارضی ویزے فراہم کئے جائیں گے۔ لیکن ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے افغان عوام کے عقیدے کے خلاف غیروں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ایجنٹ کا کردار ادا کیا ہے انہیں دنیا کے کسی ملک اور طاقت کی جانب سے پناہ ملے لیکن وہ افغان عوام کے احتساب سے بچ نہیں سکیں گے، انہیں ضرور اپنے برے اعمال کی سزا بھگتنا پڑے گی اور آئندہ افغانی نسلوں کے لئے عبرت کا نشانہ بنیں گے، جو بھی اپنے ملک وقوم کے خلاف غیروں کا ساتھ دیگا اس کا انجام شاہ شجاع، ببرک، امین اور نجیب جیسا ہوگا، وہ دن دور نہیں کہ کرزئی اور اس کے ساتھی بھی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

ان شاءاللہ تعالی

✡ ✡ ✡

مغرورامریکہ کی شامت

گیارہ ستمبر 2001ء کو امریکہ کے نیویارک شہر میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے فوراً بعد امریکی استعمار نے بین الاقوامی اصولوں، انسانی حقوق اور اقدار کے خلاف بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے افغانستان کو موردالزام ٹھہرایا اور پھر مظلوم ملت پر بے رحمانہ جنگ مسلط کردی۔ امریکی استعمار اس وقت اپنے بے تحاشا مادی وسائل اور جدید ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر اتنا مغرور اور طاقت کے نشے میں مست تھا کہ کسی منطق اور دلیل کو سننے کے لئے بالکل تیار ہی نہیں تھا۔ لیکن بہادر افغانوں نے بے دریغ قربانیوں کی بدولت امریکہ کو ناکوں چنے چبوادیئے اور وہ جنگ جو استعمار نے بڑے غرور، تکبر اور عسکری قوت سے شروع کی تھی افغان سرزمین پر ہار گیا اور گزشتہ بارہ برسوں میں ہر سمت سے ایسی ضرب دی گئی جس سے اس کی عالمی بدمعاشی کا خاتمہ ہوا اور وہ بھیانک انجام سے دوچار ہوا، استعمار کو مجاہدین نے گھیرے میں لیا ہوا ہے، ہر جانب سے اس پر حملے ہورہے ہیں، ہر گزرتے دن ان کے نقصانات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اس لئے وہ راہ فرار اختیار کررہا ہے۔

فوجی طاقت اور جدید ٹیکنالوجی کے بل بوتے ملکوں پر قبضہ جمانا اور ناجائز تسلط قائم کرنا آسان ہے لیکن آزاد اور خودمختار قوموں پر دیر تک ظلم اور ستم کا راج قائم رکھنا بلاشبہ ایک ناکام کوشش ہے۔

امریکہ کے اپنے دائرہ اختیار بڑھانے کے شیطانی عزائم ایک خطے تک محدود نہیں تھے کیونکہ جارج بش نے جنگ کے آغاز سے قبل امریکہ کی سربراہی میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کو "عالمی صلیبی جنگ" قرار دیا تاہم انہوں نے امریکی مفادات کا کوئی خیال نہیں رکھا۔

آج دنیا امریکی استعمار کے ظلم اور بربریت سے محفوظ ہے تو یہ دنیا اور انسانیت پر بہادر افغان قوم کا ایک اور احسان ہے جنہوں نے سوویت یونین کے ناک میں دم کرنے کے بعد دنیا پر امریکی راج قائم کرنے کے مذموم عزائم ناکام بنادیئے۔ امریکہ کے بھیانک انجام کو دیکھنے کے بعد پھر کوئی ملک کسی کمزور ملک پر یلغار کرنے کی حماقت نہیں کرے گا، امریکہ کی سربراہی میں نیٹو نے افغانستان میں وحشیانہ مظالم ڈھانے کی نئی تاریخ رقم کی اب افغانستان سے باعزت واپسی کے لئے پر تول رہا ہے لیکن یہ اس کی بھول ہے کیونکہ المناک مظالم ڈھانے کے بعد اب ان کے لئے باعزت واپسی کا راستہ بند ہوچکا ہے۔ حال ہی میں صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ میں درجنوں افراد کی لاشیں ملیں

بقیہ صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمالیں۔

اللہ کی مدد اور فتح کے امیدافزا آثار

تحریر: ابوعابد

اسلامی معرکوں اور جہادی غزوات میں نصرت الٰہی کو کامیابی کا اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر اسلامی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں جہادی تحاریک اور مجاہدین بہت کم وسائل کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کامیابی اور فتوحات سے ہمکنار ہوچکے ہیں، خالی ہاتھ سے محض اللہ تعالیٰ کے توکل پر میدان کارزار میں اترکر مادی وسائل سے بھرپور دشمن کا سامنا کرچکے ہیں، بظاہر ان کا یہ اقدام حیران کن اور عقل کے اعتبار سے ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسلام کے ان سپاہیوں سے پوچھیں کہ آپ کس امید پر مادی لحاظ سے مضبوط دشمن سے نبرد آزما ہیں تو وہ کہتے ہیں: نصرت الٰہی کی امید پر !

بلاشبہ نصرت الٰہی کامیابی کے لئے اہم ذریعہ ہے جو ہر حالت میں اطمینان کے لئے کافی ہے، اور جب کوئی دل نصرت الٰہی سے مطمئن ہو تو پھر کوئی بھی طوفان اس دل کو نہیں ہلاسکتا۔

لیکن اللہ کی مدد کے آثار کیا ہیں؟ سورۃ النصر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

(اذا جآء نصراللہ والفتح ، ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ، فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا . صدق اللہ العظیم)

ترجمہ: جب خدا کی مدد اور فتح آ پہنچی اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ کے مضمون سے معلوم ہوا کہ نصرت الٰہی اور فتح کی علامات یہ ہیں کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہونے لگیں گے اور گمراہی کا راستہ ترک کریں گے۔

اللہ کا شکر ہے افغانستان میں کفر اور گمراہی کے خلاف شروع ہونے والا مقدس جہاد اب اس نہج پر پہنچ چکا ہے کہ جس طرح یلغار کے ابتدائی چند برسوں میں لوگوں کی ایک خاصی تعداد استعمار کی صفوں میں داخل ہورہے تھے آج الٰہی نصرت کی برکت سے وہ واپس اسی طرح جوق درجوق دشمن کی صفوں سے نکل کر پرامن زندگی گزارنے کی طرف لوٹ کر آرہے ہیں۔

جنوبی اور مشرقی صوبوں کے لئے امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے سربراہ حاجی عبدالصمد نے بتایا کہ گزشتہ چند مہینوں میں توقع سے بڑھ کر پولیس، آرمی اور قومی ملیشیا کے اہلکار اور حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز افراد دشمن کی صفوں سے باہر آگئے ہیں، جو اب دعوت وارشاد کمیشن کے زیر سایہ پرامن زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس طرح بھی ہوا ہے کہ ایک دن میں سو، ڈیڑھ سو اہلکار اسلحہ سمیت مجاہدین سے آملے ہیں، گزشتہ چند مہینوں میں مختلف صوبوں میں دشمن کی صف سے نکلنے والے سیکورٹی اہلکاروں کی تعداد کچھ اس طرح ہے۔

غزنی	198افراد
زابل	169افراد
کندھار	205افراد
روزگان	310افراد
هلمند	257افراد
فراہ	116افراد
ھرات	416افراد
بادغیس	485افراد
فاریاب	134افراد
سرپل	257افراد
لورستان	131افراد
ننگرھار	184افراد
پکتیکا	135افراد

یہ تمام افراد سیکورٹی اہلکار تھے جنہوں نے دشمن کی صف سے نکلنے کے وقت 1127 تعداد میں اسلحہ بھی ساتھ لایا، ان کے مجاہدین کے ساتھ ملنے سے نہ صرف دشمن کو بڑا دھچکہ لگا بلکہ مجاہدین بھی مضبوط ہوئے، واضح رہے کہ یہ تعداد مئی سے پہلے کی ہے جبکہ مئی میں بھی ملک کے مختلف صوبوں سے سینکڑوں اہلکار مجاہدین سے آملے ہیں جن میں 14 مئی کو سو سے زیادہ اہلکار مختلف صوبوں میں مجاہدین سے مل چکے ہیں، امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں 14 مئی کو ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں لکھا تھا کہ صوبہ بادغیس کے ضلع غورماچ میں قومی ملیشیا کے 78 اہلکار مجاہدین سے آملے جن میں غورماچ کے گاؤں پیتاوی کے

کمانڈر بور جان ولد ملنگ اپنے 30 اہلکاروں گاؤں خانان کے کمانڈر موسیٰ ولد طور جان اپنے 28 اہلکاروں اور گاؤں تور جر کے کمانڈر عبد الخالق اپنے 20 اہلکاروں سمیت مجاہدین سے مل گئے، جنہیں مجاہدین کی جانب سے امن کی ضمانت دی گئی اور اب وہ اپنے علاقوں میں پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بادغیس کے مجاہدین کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے چند روز قبل ضلع غورماچ میں مجاہدین نے لڑائی میں قومی لشکر کے ۲۵ اہلکار گرفتار کر لئے جو بعد میں خیر سگالی کی بنیاد پر رہا کر دیئے گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ علاقے میں قومی لشکر کے تمام اہلکاروں نے متفقہ فیصلہ کر کے مجاہدین کی صفوں میں داخل ہو گئے۔

قندوز میں ضلع خان آباد کے علاقے دوکان آدم میں قومی لشکر کے تمام اہلکار مجاہدین سے مل گئے، خبر کے مطابق قومی لشکر کا کمانڈر رشید ولد حسن اپنے 15 ساتھیوں سمیت مجاہدین سے مل گیا جن میں حبیب، نعمت، خدائے نور، بریالی، عارف، خان، غلام رسول، عالم، ضیاء الدین، ببرک اور قدرت شامل ہیں۔

نیز قندھار کے ضلع غورک میں قومی لشکر کے 8 اہلکار اور صوبہ اروزگان کے ضلع چار چینو میں 9 پولیس اہلکار مجاہدین سے مل گئے اور بڑی مقدار میں اسلحہ بھی ساتھ لایا، اسی طرح صوبہ زابل کے ضلع شاجوئ اور صوبہ اروزگان کے ضلع دہراود میں بھی قومی لشکر اور پولیس اہلکار مجاہدین سے آملے ہیں۔ روزگان کے ضلع چار چینو میں تیس کے قریب اہلکار سرنڈر ہو گئے۔

اتنی بڑی تعداد میں دشمن کی صف سے اہلکاروں کا الگ ہونا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ مجاہدین کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کا مالک ہے وہ سخت دلوں کو بھی نرم کر کے اس طرف مائل کر سکتا ہے کہ دشمن کی صف سے نکل کر مجاہدین سے مل جائیں، اگر جنگ کے ذریعے مجاہدین اتنی بڑی تعداد میں اہلکاروں کو ہلاک کر دیتے تو اس کام کے لئے بڑی قربانیاں دینی پڑتیں اور کافی وقت بھی درکار ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجاہدین کی راہ میں موجود یہ رکاوٹیں ہٹادیں۔

دعوت وارشاد کمیشن کے رہنما الحاج عبد الصمد کہتے ہیں کہ ماضی کے برعکس رواں سال دعوت وارشاد کمیشن نے اہم پیشرفت کی ہے، اب تمام ماتحت صوبوں میں صوبائی رہنما مقرر کئے جاچکے ہیں جنہوں نے اصلاح کی سطح پر ذمہ داران تعینات کئے ہیں۔ کامیابیاں مل رہی ہیں جن کے مثبت اثرات سامنے آ رہے ہیں، دشمن کی صفوں میں شامل افراد جو مزید استعمار کی خدمت کا ارادہ نہیں رکھتے وہ بھی اسی کمیشن کے ساتھ رابطے قائم کر رہے ہیں، کمیشن انہیں پر امن زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے۔

دعوت کمیشن نے یہ فائدہ پہنچایا کہ بہت سارے علاقوں میں درپیش مشکلات جو مجاہدین جنگ کے ذریعے دور کر لیتے وہ دعوت کے ذریعے حل ہو گئیں، اب چونکہ غیر ملکی فوجیں مختلف علاقوں سے نکل رہی ہیں جن کی ذمہ داریاں افغان پولیس اور قومی لشکر کے اہلکاروں کو سونپ دی گئی ہیں، افغان اہلکار سمجھ رہے ہیں کہ اب طالبان حملہ کریں گے اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ مجاہدین سے رابطہ قائم کر کے سرنڈر کرتے اور ہتھیار ڈال دیتے ہیں، صوبہ روزگان کے ضلع چار چینو میں 35 اہلکاروں نے حملے سے پہلے طالبان سے رابطہ کر لیا اور اسلحہ طالبان کے حوالہ کر کے سرنڈر ہو گئے، کبھی جنگ کے دوران افغان اہلکار سرنڈر ہو جاتے ہیں چند دن پہلے بادغیس کے غورماچ میں جنگ کے دوران 40 اہلکار مجاہدین کے سامنے سرنڈر کر گئے۔

دعوت کمیشن کے رہنما کہتے ہیں کہ ان اہلکاروں کے ساتھ نیک سلوک، پرتپاک استقبال اور اسلامی رویہ کا یہ اثر ہوا کہ حکومت میں شامل افراد نے بھی اپنے کردار کا جائزہ لیا اور وہ بڑی تیزی سے دشمن کی صف سے باہر آنے کے لئے پر تول رہے ہیں کیونکہ کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا ہے کہ جن افراد کو امارت اسلامیہ نے جان ومال کے امن کی ضمانت دی ہو اور کسی نے ان کو نقصان پہنچایا ہو۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے اس نیک برتاؤ نے حکومتی صفوں میں ہلچل مچادی اور نئی بحث چھڑ گئی کیونکہ دشمن نے حکومت میں شامل افراد کو ورغلانے کے لئے غلط پروپیگنڈا کیا تھا لیکن اب انہیں حقیقت کا مکمل ادراک ہو گیا اس لئے وہ دشمن کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں، مجاہدین نہ صرف انہیں جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دے رہے ہیں بلکہ ان کا استقبال بھی کرتے ہیں اور کسی حد تک ان کو نوازتے بھی ہیں۔

جہاد کے ساتھ دعوت وارشاد کمیشن کا قیام امارت اسلامیہ کی بڑی کامیابی اور اچھی حکمت عملی ہے، کمیشن کے قیام سے دشمن کو بڑا دھچکہ لگا ہے کیونکہ جن افراد پر امریکہ نے گزشتہ دس برسوں میں محنت کی اور بے تحاشا اخراجات سے انہیں تربیت دی آج وہ مجاہدین کی ایک دعوت پر ٹھکانے تبدیل کر رہے ہیں، استعمار کی صف سے باہر آرہے ہیں اور ہتھیار مجاہدین کے سپرد کر کے خود پر امن زندگی بسر کرنے جا رہے ہیں اور یہ ایسے موقع پر ساتھ چھوڑ رہے ہیں کہ جب افغانستان سے غیر ملکی فوجیں واپسی اختیار کر رہی ہیں، عین موقع پر تیزی سے دشمن کا ساتھ چھوڑنے کا عمل استعمار کے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے، اگر استعمار کے بھاری اخراجات اور پروپیگنڈے کو دیکھا جائے اور دوسری جانب ان کے تربیت یافتہ افراد کی جہادی صف میں جوق در جوق شمولیت مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ اور اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب وہ دن دور نہیں کہ اللہ کی یہ مدد اور نصرت عظیم فتح کا باعث بنے۔ ان شاء اللہ

(مسانند)

اسلامی ممالک میں نفاذ شریعت کی نئی امیدیں

انتہائی مسرت افزاء خبر ہے کہ اسلام دشمنوں کے مکر وفریب سے عثمانی خلافت کے گرنے کے 9 دہائیاں گزرنے کے بعد امت مسلمہ کے نوجوانوں کو ایک بار پھر شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی فکر پیدا ہوگئی ہے۔ ہونے والی سرویز کے مطابق یہ نوجوان اپنے حکمرانوں سے مطالبہ کررہے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کو جلد از جلد ملک کے سرکاری آئین کا درجہ دیا جائے۔

اس وقت جب مغربی ممالک یعنی برطانوی اور فرانسیسی استعمار کی مشترکہ سازشوں سے ترکی کے ناخلف اور غلام ضمیر حکمران مصطفی کمال اتاترک نے 1342ھ بمطابق 1924ء مسلمانوں کو اسلامی خلافت کی اس نعمت سے محروم کردیا جس کا سکہ اقتدار 2 کروڑ مربع میل کے رقبے پر چلتا تھا{بحوالہ اسباب سقوط الخلافۃ العثمانیہ}۔

صدر اسلام کے فاتحین جنہوں نے خلفاء راشدین کی قیادت میں چاردانگ میں اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائے جیسے قادسیہ کے فارسی لشکروں کے فاتح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ، جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار اسلامی فاتح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ، فاتح دمشق حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ، فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ شمالی افریقہ کے چار فاتح {حرب العبادلہ} حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ تعالی عنہم، کسری یزدگرد کے بتکدوں کے فاتح اور نہاوند کے فتح الفتوح کے علمبردار نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ تعالی عنہ، فاتح قبرص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے لے کر بعد کے ان اسلامی فاتحین تک جنہوں نے اپنا مبارک خون بہا کر ایشیا وافریقہ سے لے کر ماوراء النہر، ہسپانیہ، روم، شام اور القدس کے خطے اپنے گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالے۔ جنہوں نے تاریخ کے صفحات میں کامیابیوں اور فتوحات کے نئے ابواب رقم کردیے۔ آج بھی امت کا بچہ بچہ صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور نورالدین زنگی جیسے مسلمان فاتحین کے کارناموں پر فخر کرتا ہے۔

اب جب نوجوان نسل مغرب کے چکاچوند کی حقیقت جان چکے ہیں اور اپنے اسلاف کی طرح اپنی حکومتوں سے جلد از جلد اسلامی ممالک کا نظام شریعت کی روشنی میں مرتب کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں۔ نوجوان نسل ایک بار پھر چاہتی ہے اسلامی ممالک کے تینوں اہم شعبے فوج، مقننہ اور عدلیہ شرعی قوانین کی روشنی میں معاشرہ تشکیل دیدیں اور تمام مدنی وسیاسی قوانین سرکاری طور پر شرعی بنادیے جائیں۔ یہ دین فطرت کی جانب ایک انتہائی اہم پیش رفت ہے۔ اس سے ایک فلاحی معاشرتی نظام کے پھلنے پھولنے کی امیدیں روشن نظر آتی ہیں۔

امید کے یہ دیے ایسے وقت میں روشن نظر آتے ہیں جب مغرب کی مذہبی وسیاسی قیادت نے اسلامی دنیا کے گرد اقتصادی وعسکری گھیرے تنگ کردیے ہیں۔ وہ مسلمان جو جارحیت کے خلاف اپنے حریم کا دفاع کررہے ہیں، اپنی زمین ان کے اختیار میں نہیں دیتے اور ان کے مطالبات کی مخالفت کررہے ہیں انہیں دہشت قرار دیا جارہا ہے اور وہ لوگ جو اپنا نظام اسلامی بنانا چاہتے ہیں انہیں بھی اقتصادی دائروں میں گھیرا جاتا ہے یا انسانی حقوق، خواتین کے حقوق یا عالمی قوانین کے ناقضین قراردے کر قابل عتاب گردانا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے ناجائز مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ مشرق وسطی کو دیکھیے وہاں مسلمانوں کو اپنے قبلہ اول کے اپنانے کے جرم میں اسرائیلی وحشت کا سامنا ہے۔ اور جب وہ مسلمان اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر دہشت گرد!

عراق کو دیکھیے وہاں بنا بنایا نظام ختم کرکے اپنے کاسہ لیسوں کو اقتدار کی گدی پر بٹھایا۔ جزیرہ عرب کے انچ انچ پر ان کا سیاسی وفوجی سایہ ہے کوئی عرب حکومت ایسی اسلامی شریعت نافذ نہیں کرسکتی مسلمان جس کا اقتداء کریں۔ مغربی افواج ہزاروں میل دور سے ہوائی اور زمینی راستوں سے افغانستان پہنچ گئی اور غیور مسلمانوں کی سرزمین پر قبضہ کرلیا۔ جس کے خلاف مسلمانوں کی مزاحمت کے 12 سال ہونے کو ہیں۔ یہاں کے مسلمان عوام جہاد کررہے ہیں

اور اپنے خون کے نذرانے دے کر ان کے خلاف کھڑے ہیں۔ اسی طرح دوسرے افریقی اسلامی ممالک جیسے صومالیہ، سوڈان اور مالی یہ وہ ممالک ہیں جہاں اسلام کا پرچم عوام نے لہرایا تھا۔ مغربی کافروں نے یہاں اپنے خونخوار لشکر اتارے اور یہاں کی زمینیں خون رنگ کر دیں۔ ایسے حالات میں جب ان سے کسی کو بھی خطرہ نہ تھا۔ وہ اپنی زمین پر الہی نظام نافذ کرنا چاہتے تھے پھر بھی دنیا کے کافر وہاں پہنچ گئے اور ان کے نظام کا خاتمہ کر دیا۔ چیچنیا کی حالت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں وہاں کے مسلمانوں نے آزادی حاصل کی تو انہیں مغربیوں کے ورغلانے پر روسی وحشیوں نے چیچن عوام کو اپنے نظام سے محروم کر دیا۔ ان کے رہنماؤں جیسے جوہر دوداایوف، شامل بسایوف اور سلیم جیسے دیگر مفکرین کو مختلف بہانوں سے شہید کر دیا۔ مختصر یہ کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا ملک نہیں جنہوں نے اسلامی شریعت کا جھنڈا اٹھایا ہو اور مغرب نے اسے برداشت کیا ہو۔ اور یاد دنیا کے کسی کونے میں اللہ کے دین کی حکومت مغرب کے لیے قابل برداشت ہو۔

ان تمام ناگواریوں کے باوجود پھر بھی دنیا بھر کے مسلمان اپنے سینوں میں اسلامی ولولے تازہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ کے دین کی محبت ان کے دلوں میں یوں ہی زندہ ہے اور اسلامی خلافت کی روشنیاں ان کی آنکھوں میں جھلک رہی ہیں۔ حالیہ سرویز سے معلوم ہوا ہے کہ اسلامی ممالک کے نام سے جو ممالک ہیں وہاں کے عوام شرعی نظام اور شرعی قوانین سرکاری طور پر نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں واشنگٹن میں مقیم "پیو" کے تحقیقاتی مرکز کا کہنا ہے کہ 39 ممالک میں انہوں نے 2008 سے 2012 تک 38 ہزار لوگوں سے گفتگو کی۔ سب نے کہا وہ اپنے ممالک میں شرعی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں اور یہی ان کی خواہش ہے۔ ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والے دلچسپ انکشاف کچھ ایسے ہیں۔

بہت سے مسلمان چاہتے ہیں شریعت ان کا سرکاری قانون ہو۔

ایک عالمی سروے سے معلوم ہوا ہے کہ اسلامی دنیا کے بہت سے لوگ چاہتے ہیں اسلامی شریعت ان کے متعلقہ ممالک کا سرکاری قانون بن جائے۔ مگر یہ لوگ اس بات میں آپس میں تقسیم ہیں کہ اس قانون میں کیا شامل ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔ اور اس کا نفاذ کیسا ہونا چاہیے۔

واشنگٹن میں موجود "پیو" کے تحقیقاتی مرکز کا کہنا ہے کہ اس نے 2008 سے 2012 تک کے درمیان میں 39 ممالک میں 38 ہزار لوگوں سے اس موضوع کے حوالے سے گفتگو کی۔

شریعت اسلام کا اخلاقی اصول اور مذہبی قانون ہے۔

یہ شرعی عدالتوں کو اجازت دیتی ہے کہ طلاق اور زمین کی بنیاد پر گھریلو جھگڑوں کے متعلق فیصلے کرے۔

ایشیا، افریقا اور مشرق وسطی میں جن لوگوں سے پوچھا گیا اکثریت چاہتی ہے کہ اسلامی شریعت کو ممالک کے قانون کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ کئی ممالک میں سخت سزائیں دینے، چوروں کے ہاتھ کاٹنے اور اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنے والوں والوں کو موت کی سزا دینے کی حمایت بہت کم تھی۔

مذہبی آزادی!

سروے میں جن لوگوں سے سوالات کیے گئے اکثر نے مذہبی آزادی کی حمایت کی اور کہا دیگر مذاہب پر عمل کرنے والوں کو آزادی ملنی چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی معاملات کی تکمیل کریں۔

کچھ اسلامی ممالک میں اقلیتوں سے امتیازی سلوک کی شکایت بھی کی گئی۔

بہت سے لوگوں نے یہ بھی کہا انہیں یقین نہیں کہ اس سے ان کے دین اور دنیاوی زندگی کے درمیان کوئی ناگواری پیدا ہو جائے گی۔

مذکورہ تحقیق میں کہا گیا کہ ترکی میں جن لوگوں سے پوچھا گیا ان میں 12 فیصد افراد نے اسلامی شریعت کے نفاذ کی حمایت کی۔ تیونس میں 56 فیصد، نائجیریا میں 71 فیصد، انڈونیشیا میں 72 فیصد، مصر میں 72 فیصد جبکہ افغانستان میں 99 فیصد افراد نے اسلامی شریعت کی حمایت میں رائے دی۔ امریکا کے 81 فیصد مسلمانوں نے کہا کہ جنگ اور ہنگاموں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر ان کا کہنا ہے "2014ء کے بعد افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

خوش قسمتی سے افغانستان پوری اسلامی دنیا میں وہ نمایاں ملک ہے جہاں 99 فیصد لوگوں نے شریعت کی حق میں رائے دی۔ اس کے بعد انڈونیشیا، نائجیریا اور تیونس ہیں۔ باوجود اس کے کہ مغربی ممالک نے افغانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت زیادہ دولت لوگوں میں تقسیم کی، مسلمان ہونے کے جرم میں بہت سے مسلمانوں کو شہید بھی کیا۔ ڈالروں کی بارش کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مگر پھر بھی افغان عوام ہیں کہ پہلے اپنے ملک اور پھر پوری دنیا میں اللہ کی کتاب کا نفاذ چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر قربانی کو تیار ہیں۔

***

اسلامی صحافت کی اہمیت و ضرورت

محمد فرہاد جانباز

پیار و اصلاح، الفت و ہدایت اور محبت و نصیحت کی چاشنی، اگر سحر زبانی کے ذریعے چکھائی جاسکتی ہے، تو انہی عمدہ چیزوں کی رونق، طلسمِ قلم کے واسطے سے بھی دکھائی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی خطیب اپنے انداز بیاں پر نازاں، اس کی فضیلت "عَلَّمَہُ البَیَان" سے ثابت کرے گا، تو ایک ادیب اپنے اسلوبِ قلم پر شاداں، اس کی اہمیت "اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" سے واضح کرے گا۔ دونوں کا مقام الگ الگ۔ دونوں کا مکان علیحدہ علیحدہ۔ صاحبِ بیان کا اپنا نصیب اور صاحبِ قلم کا اپنا مقدر!!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مدارسِ دینیہ نے زبان آوروں کی پیدائش، ان کی نشوونما اور ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے گفتار کے میدان میں کسی بھی موضوع کے مباحثے، مناظرے اور مجادلے میں کوئی ان کی ہم سری کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس گئے گزرے دور میں دین کے معاملات میں بہ ذریعۂ زبان، کی جانے والی "تلقینِ غزالی" صرف علمائے کرام ہی کی معتبر جانی جاتی ہے۔ اور سلیم الفطرت اسلامیانِ ہم مذہب، علماء ہی کے در پر آکر اپنا ذہنی غلجان دور کرتے ہیں۔ لیکن بہ ایں ہمہ اس اندوہ ناک حقیقت سے بھی فرار ممکن نہیں ہے کہ ایک جدت پرست طبقہ ایسا بھی ہے جو ماڈرن دانش ورانِ جہالت کا حلقہ بگوش ہے، جو اپنی ہدایت کی راہ کو گم کر بیٹھے ہیں۔ اِدھر مدارسِ دینیہ اور علمائے کرام کی طرف سے صحافت کا میدان بہ شمول تحریر کے اکثر بے توجہی کا شکار رہا ہے۔ اس محاذ کو جس التفات کی ضرورت تھی، وہ اس کو نہیں مل پائی۔ جس کی وجہ سے ایک "اسلامی صحافت کے بحران" کا سامنا رہا ہے۔

علمائے کرام کا اس میدان میں قدم رنجہ نہ فرمانے کی وجہ سے اس زمین کو بے علم اور بے فہم سیکولر لوگوں نے روند ڈالا ہے۔ عوام ان کی گمراہ کُن راہ نمائی کی وجہ سے اپنا اسلامی راستہ دھیرے دھیرے فراموش کیے چلے جارہے ہیں۔ ان کے عقائد و نظریات، عبادات و معاملات اور اقوال و افعال، حد درجہ خراب ہوچکے ہیں۔ بنابریں یہ معاشرہ اسلامی نہیں، بلکہ مغربی تہذیب کی ایک خزاں رسیدہ اور سوختہ شاخِ نازک کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہ تباہی اس لیے وقوع پذیر ہوئی ہے کہ علماء کے عدمِ التفات کے سبب، حامیانِ سیکولرازم نے صحافتی محاذ پر اپنے "دجالی میڈیائی ایمونیشن" کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ آپ ان کی غیر اسلامی کوششوں کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں، جن کے نتیجے میں موجودہ دور تعقل پسندی کا زمانہ قرار پایا ہے۔ انہوں نے آج کے انسان کو "جدیدیت" کے عنوان سے، مذہب کی بنیاد تعقل پسندی اور انکار پر استوار کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ لہٰذا عقل پسندی یہ ہوئی کہ وہ اس کائنات رنگ و بو کے ہر گل و خار کو عقل کی کسوٹی پر، پرکھتا ہے۔ مذہب و دنیا کی جو بات، فکر اور سوچ عقل ناکارہ کے چھوٹے چھوٹے پلڑوں میں سما کر اسے جھکادے، وہی چیز اس جدید انسان کی زندگی میں "قابلِ عمل" کی حیثیت سے وجود پاسکتی ہے۔ اس میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ مذہب کا بکھیڑا، اوّل تو اس جدت پرست سے پالا ہی نہیں جاتا۔ اور اگر اس کی کوئی رمق اس کی چار دن کی زندگی میں دکھ بھی جائے تو وہ بھی "چیزے دیگر است" سے زیادہ کی اہمیت حاصل نہیں کرپاتی۔ دوسری چیز انکار ہے۔ انکار میں خدا کا انکار، رسول کا انکار، آسمانی کتب کا انکار، اقوالِ رسل کا انکار اور مذہب کا انکار ہے۔ دنیا کا در آباد اور عقبیٰ کا گھر برباد کرنے والے آخرت کی عیاں حقیقت سے گریزاں، انہی قلم کاروں کی نامعقول سعیِ بسیار سے آج کے انسان نے تاریخ کا بھی انکار کرکے لذتِ پیٹ، تعقل پسندی اور شہواتِ نفسانیہ کو اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ یہ ہی وہ چیز ہے، جسے سیاسی زبان میں سیکولرازم کہا جاتا ہے۔ الحاد و لادینیت اور دہریت اسی کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا نام ہے۔ اس کو آسان الفاظ میں فلسفۂ زر، زن اور زمین سے متعارف کرایا اور پہچانا جاسکتا ہے۔ سیکولرازم کے حامیوں کا اس کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے تو شاید صحیح مفہوم ادا ہوسکے کہ وہ اس نظریے کے متضاد، ہر فکر کو فکرِ فاسد، ہر بات کو لائقِ عدم التفات اور ہر کام کو کارِ بے سود گردانتے اور باور کراتے ہیں۔ نتیجۃً اسی سوچ، فکر اور نظریے کے تحت ادارے، ریسرچ سینٹرز اور تحقیقاتی لیبارٹریز وجود میں آرہی ہیں۔

نیو ورلڈ آرڈر تو نائن الیون سے کچھ آگے پیچھے کی کہانی ہے۔ درحقیقت جب سے اس انسان نے یہ قول اکبر الہ آبادی... دھوئیں اور بھاپ کو ہی "باپ" سمجھ رکھا ہے، تب سے پیدا ہونے والے نظریات و افکار کا یہی خلاصہ ہے۔ سوچ و فکر کے یہ زاویے سراسر غیر فطری، سراپا غیر انسانی اور یکسر غیر اخلاقی ہیں۔ خدا کی زمین پر خدا سے باغی، اس نظام کو برداشت نہ کرنے، بلکہ اس کینسر لادوا کا آپریشن کرنے والا دین، صرف ہمارا دین اسلام ہے۔ اللہ اور

اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین کے مطابق اسلام ایک معتدل مزاج اور فطری دین ہے۔ سیکولر دنیا کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی اسلام ہے۔اسی دین نے سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت پر مبنی انسان دشمن معاشی نظام کے مقابلے میں انسان دوست اقتصادی و معاشی نظام فراہم کیا ہے۔ سیاسیات، اخلاقیات، عدالت، ریاست اور تعلیم سمیت بہترین معاشرت فراہم کی ہے۔ یہی دین ان کے بے لگام شہوانی گدھے کو لگام دینے کی ہمت ہی نہیں رکھتا، بلکہ لگام ڈال کر رکھی ہوئی ہے۔ اس نکیل کو تھامنے والے نفوسِ ناقدسیہ کو ہم "اہل علم اور علمائے امت" کے لقب سے پکارتے ہیں۔

لادینی دنیا اپنی راہ کی اس رکاوٹ کو دور کرنے اور خود کو اس لگام سے چھڑانے کی شعوری کوششیں کر رہی ہے۔ اس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہو چکی ہے۔ اس کے لیے اس نے نظریاتی اور جغرافیائی، دونوں محاذوں پر اہلِ اسلام سے جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ وہ اپنا تمام تر مطلوبہ اسلحہ بروئے کار لاکر قدرے دراز قدموں کے ساتھ پیش قدمی پہ پیش قدمی کیے چلی جا رہی ہے۔ سیکو لر طاقتیں اسلام کا نام و نشان تک مٹا دینے کے درپے ہیں۔ اس کارِ بد کے لیے ان کی تیاریاں عجیب تر اور ان پر عمل داریاں خوف ناک ترین ہیں۔ زمینی حقیقت کا انکار نہیں کرنا چاہیے، انہوں نے ہماری صفوں میں اپنے لوگ داخل کر کے دراڑیں پیدا کر دی ہیں۔ پولیٹیکل پلیٹ فارم اور دینی محاذ، دونوں میدانوں میں اس طرح کے ایجنٹ موجود ہیں۔ مذہبی و سیاسی کاز پر اپنے اور پرائے بہت سے لوگ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے خونین چہرے سے نقاب سرکایا جائے تو پرائے فقط دشمن اور اپنے بدترین کینہ پرور دشمن بن جاتے ہیں۔ انہوں نے پروپیگنڈہ مہم کے ذریعے عوام کو فقط مخلص مسلم قومی قیادت اور صرف علمائے حق سے بدظن کیا ہے۔ میڈیا کا ہر جائز و ناجائز استعمال کر کے مسلم عوام کی اپنے وری بیڈ پلان کے مطابق برین واشنگ کی ہے۔ اوّل تو مذہب کا انکار کروانا چاہا، ناکامی پر اسے آخرت کا فسانۂ غیر اہم باور کروا کر طاقِ نسیاں میں رکھوا دیا۔ بے علمی، بے حسی اور مصلحت کوشی کا تخم بدبویا، جس کا شجرِ خبیثہ اب تناور ہو چکا ہے۔ ہمارے صحافی رہنماؤں کو صحافت کے نام پر منافقت اور روشن خیالی کے روپ میں دہریت کا بپتسمہ دیا گیا ہے۔ سیکولر دنیا نے اپنے دباؤ اور ہمہ انواع و جہات سقوطوں کے بعد کافی زمانہ تک غلامی کی زندگی گزارنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی ہماری مرعوبیت اور متاثرانہ طبیعت سے خوب خوب فائدہ اٹھا کر نظامِ دنیا کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، تجارتی، تعلیمی، غرض ہر میدان میں متبادل نظریات و سسٹمز پر عمل کروایا۔ ہمیں ذاتیات میں الجھا کر تعمیر کے بجائے، تخریب کا کارِ بد ہماری گھٹی میں ڈال دیا۔ نتیجۃً مسلم عوام ایک دوسرے کی کردار کشی میں جت گئی۔ باوجود اس کے کہ، کردار کے حمام میں (بہ استثنائے قلیل) ہر کوئی عریاں اور الف ننگا ہے۔ چناں چہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ایک مسلمان، غیر اسلامی نظریات کے بل بوتے کبھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ بنابریں، ہم مشاہدہ بالعین کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سیکولر ازم سے متاثر ہمارے ان کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی طبیعتیں بوجھل اور افکار پریشان رہتے ہیں۔ اصل مقاصد و اسلامی نظریات پر نظر نہ رہنے کی وجہ سے بھانت بھانت کے نظریات سر اٹھا رہے ہیں۔ جتنے منہ، اتنے ہی افکار ہیں۔ تراشیدہ مورتیوں کی طرح انہی خود ساختہ نظریات و افکار کی اوٹ میں المیوں کو پیدا کیا جا رہا ہے یہ المیے صرف کسی ایک ملک میں نہیں ہیں، بلکہ اس کوڑھ کی کاشت تمام عالمِ اسلام میں کی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ میں ذہنی پس ماندگی اور ذہنی جمود نے جنم لیا ہے۔ ذرا دیکھیے! ذہنی جمود، نظریاتی جمود، شعوری جمود، سیاسی جمود، عملی جمود، ؟جمود۔ اور جمود اندر جمود..... بعد میں یہی جمودات سقوط کی جنم بھومی بن جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں! سقوطِ غرناطہ، سقوطِ دہلی، سقوطِ خوارزم، سقوطِ بغداد، سقوطِ بیت المقدس، سقوطِ مشرقی پاکستان، سقوطِ کابل، سقوطِ مسلم، سقوطِ ؟، سقوط در سقوط!!!

محترم! یہ اندوہ ناک اور دل گیر صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی، تاریخ کا گہرا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب بھی علماء اپنے ذمہ دارانہ فرائضِ منصبی سے کچھ غافل ہوئے ہیں، تب ہی مسلم قوم کو یہ دن دیکھنا پڑے ہیں۔ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی میدانِ عمل خصوصیت کا حامل رہا ہے، جس میں علمائے دین کی موجودگی اس طرح ضروری رہی ہے، جیسے زندگی کے لیے پانی!!! اسی وجہ سے 21ویں صدی کے اس قیامت کی چال چلنے والے تیز ترین دور میں اہمیت یافتہ محاذ، صحافت کا ہے۔ آج 95 فیصد صحافت سیکولر ہے۔ اسلامک جرنلزم نہ ہونے کی وجہ سے مغرب نواز کالم نگار، اینکر پرسن، پروڈیوسرز اور پروگرامرز وغیرہ جہاد و خلافت کا حقیقی مفہوم ہماری اجتماعی زندگی سے نکالنے میں کافی کامیاب رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہودی دماغ سے فکری نشوونما اور عیسائی وسائل سے بطنی غذا پانے والے قلم کاروں نے ایک اور خطرناک کام یہ کیا کہ انہوں نے آج کے حقیقی علم سے نابلد مسلمانوں کو یہ باور کرانا شروع کر رکھا ہے کہ اسلام موجودہ زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس کام کے لیے انہوں نے مغرب سے جدید نصابِ تعلیم و فکر امپورٹ کیا ہے۔ مغربی عریاں کلچر کے نمائندہ اس انگلش ٹیکسٹ کو انگریزی میں ٹرانسلیٹ کر کے بچوں کے ہاتھوں میں تھما دیا ہے۔ اس انگریزی مواد کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اسلام پر اعتماد کو متزلزل کرتا ہے۔ وہ یہ گند، شاہین بچوں کے ننھے منے ذہنوں میں ڈال کر انہیں زاغ صفت بناتا ہے کہ بے شک اسلام نے ایک زمانے میں اچھا کام کیا تھا۔ بہت خوب پارٹ ادا کیا تھا، لیکن اب

زمانہ بدل گیا ہے۔ اس وقت وہ بہت ہی غیر ترقی یافتہ زمانہ اور پتھر کا دور تھا۔ خدا بھلا کرے ان لوگوں کا، مثلاً عورت کو کچھ حقوق مل گئے۔ دختر کشی بند ہو گئی اور شراب اتنی نہیں پی جانے لگی وغیرہ، لیکن اب اسلام اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا کہ یہ نیا، جدید اور روشن خیال و آزاد فکر دور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حالاتِ حاضرہ کا ایک دل گیر عمومی منظر نامہ ہے، جو سب سیکولر جرنلزم کا کیا دھرا ہے۔ اور اگر بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہ سانحہ صرف علماء کی وقت کے اس اہم میدان میں غیر حاضری کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ وقت بڑا نازک ہے۔ یہ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔ اس وار آف میڈیا کا پانسہ بدلنے اور اس نازک، لیکن پُر خطر جنگ کو جیتنے کے لیے اسلامیانِ امتِ محمدیہ کو اپنے اندر تبدیلی لانا ہوگی۔ کیوں کہ اگر یہ بات المیہ ہے کہ حالات اور کفریہ طاقتیں ہمارے خلاف ہیں، تو پھر یہ امر بھی سانحہ ہے کہ ہم نے اس خطرناک اور تباہ کُن خاموش طوفانِ بلاخیز کا چیلنج بھی قبول نہیں کیا ہے۔ ادھر دجّال کے میڈیائی آلۂ کار ... سینماز، آن اسلامک ویڈیوز، ٹی وی، ریڈیوز، اخبارات، رسائل، انٹرنیٹ، فیس بک، اور ٹویٹر سمیت سوشل میڈیا کے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کی نظریاتی اور اخلاقی اقدار پر حملہ آور ہیں۔ دنیا کے تمام ٹی وی اور ریڈیو چینلز اخبارات اور جرائد، اس وقت کفار کے حق میں استعمال ہو رہے ہیں۔ عالم گیر سطح پر پڑھے جانے والے آن لائن نیوز پیپر ز اور مقبولِ عام ریڈیوز اور ٹی وی چینلز، یہودی لابی کے ہاتھوں یرغمال ہیں۔ جب کہ اسلامی ملکوں میں الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات و جرائد پر حاوی افراد بھی عموماً، بلکہ اکثر سیکولر ذہن کے حامی ہیں۔ وہ شعوری یا لاشعوری طور پر کفریہ طاقتوں کے دستِ سفاک میں کھیل کر اسلامی معاشرے میں الحاد کے زہر ہلاہل کی پھوار، ایسے دھیمے انداز میں برسا رہے ہیں کہ کم علم مسلمان کو محسوس تک نہیں ہوتا اور وہ مغربی روشن خیالی کی ناپاک بارش سے گیلا بھی ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا، حالاتِ حاضرہ کی اس روح فرسا تصویر دیکھ لینے کے بعد اب "عمومی طور" کی بات نہیں رہی، بلکہ خصوصی طور پر دینی طبقے سمیت علمائے اسلام کو اس میدان میں اترنا اور انہیں اپنی صلاحیتوں کے استعمال پر مکمل ذمہ داری سے غور و فکر اور سنجیدگی سے سوچ وبچار کرنا ہوگا۔ اس حوالے سے تبادلۂ خیال اور تحریری صلاحیت سمیت تمام شعبہ ہائے صحافت میں داخل ہونے کی سخت ضرورت ہے۔ مغرب کے مذموم عزائم اور خطرناک چیلنجز کو سمجھ کر عملی کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس امر کی بھی سخت ضرورت ہے کہ علماء، مغرب کی رائے عامہ سمیت مغربی میڈیا اور سائنٹیفک طریق کار تک رسائی حاصل کریں۔ وہ اسلام کے قوانین واحکام کو آج کی آسان زبان میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہمارا جرم نہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ معافی ہوگا اور نہ تاریخ ہمیں معاف کرے گی۔

یہاں اسلامی صحافت کا میدان سجانے کے حوالے سے ایک خطرناک اور مضر غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے، جس کی وجہ سے اب تک دینی مدارس کے فضلاء کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ مدارس کے علماء وطلباء میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ "کوئی عالم، جس طرح کسی دوسرے کام دھندے میں لگ جائے تو علم سے محروم رہ جاتا ہے، اسی طرح دورۂ حدیث کرنے کے بعد صحافی بن جانے سے بھی یہ خطرہ ہے کہ علمِ دین میں اشتغال اور اس کی خدمت سے محرومی نہ ہو جائے۔" یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اسلامک جرنلزم تو در حقیقت علم کا سمندر ہے۔ وہ لامتناہی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ صحافت تو اس بحرِ ذخار میں اتر کو موتی چننے اور اس خزانے سے جواہرات کا انتخاب کرکے آنکھوں کو خیرہ کرنے والے خوبصورت نمونے بنانے کا دوسرا نام ہے۔ کیا ممکن ہے کہ بغیر مطالعے کے اور عصر حاضر کی تازہ معلومات سے آراستہ ہوئے بغیر آدمی کوئی کام کی چیز لکھ یا پیش کر سکے؟ ظاہر ہے ایسا ہر گز ممکن نہیں ہے۔ تب تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحافت، وادیِ علم کی طرف جانے والی شاہراہ اور گنج ہائے گراں مایہ کی کنجی ہے۔ اس خوب صورت زیور سے آراستہ ہونے کے بعد تو انسان دین، علمِ دین اور اہلِ دین کی خدمت مزید بہتر اور منظم انداز میں کر سکتا ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ کوئی عالم، امام مسجد یا خطیب ہے اور صحافت کے فن سے بھی آشنا ہے... یا... کسی صحافتی ادارے میں عملی طور پر خدمات انجام دے رہا ہے، تو وہ اپنے مقتدیوں اور اہل محلہ تک دین کی تعلیمات کتنے بہتر انداز میں پیش کرنے کے قابل ہوگا؟ اس کا ادراک ہر کوئی کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر دینی مدرسے کا مدرّس... صحافی، اینکر پرسن، کالم نگار یا اداریہ نویس ہے۔ اس کے فیچر اور آرٹیکل مختلف موضوعات پر شائع اور بیانات مختلف ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ پر نشر ہوتے رہتے ہیں، تو ذرا بتائیے کہ اپنے طلباء اور ساتھی مدرّسین میں اس کی مقبولیت اور نافعیت کم ہوگی یا زیادہ!؟!

بہر حال! اب آخری بات یہ ہے کہ سیکولر صحافت کی جگہ اسلامی صحافت کو اس کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر..... جاری کرنے کے لیے خصوصاً علماء اس اہم کام کو اپنی دینی ذمہ داری جان کر 'قلمی تیر کمان' تھام لیں کہ اسی کے ذریعے اخبارات، جرائد اور رسائل میں چھپنے والے باطل پرور مضامین و کالمز کی اثر پذیری کو کاٹا جا سکتا ہے۔ آئیں اور اس کام کو اخلاقی فرض باور کر کے 'زبانی تلوار' نیام سے نکالیں کہ اسی کے ذریعے گمراہ کُن ٹی وی اینکر پرسنز کے سحر بیانی کی کاٹ کی جا سکتی ہے اور اسلامی معاشرہ تباہ کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جا سکتا ہے۔ اُٹھو کہ یہ وقت کی پکار ہے۔ یہ میدان آپ کو پکارتا ہے۔ یہ بیداری کا لمحہ ہے۔ یہ جاگنے اور جگانے کی ساعتیں ہیں۔ یہ دنیا کی امامت کرنے کے لمحات ہیں۔ کفر ہماری اسی بیداری سے لرزہ براندام رہتا ہے۔ کیوں کہ:

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت، جس کے دین کی، احتسابِ کائنات

>>> <<<

جنگی جرائم {مئی 2013}

تحریر: سید سعید

2 مئی 2013 کو قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے صوبہ غزنی ضلع شلگر کے گاؤں میدادوالو میں ایک بے گناہ شخص (ابوخان اکا) کو بدترین تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

4 مئی کو ہلمند کے ضلع نادعلی کے سبز جامع شہر پر اتحادی افواج نے بمباری کی جس کے نتیجے میں 3 افراد شہید اور 10 زخمی ہو گئے۔

4 مئی کو غیر ملکی فوجیوں نے صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے شولانی گاؤں میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی، مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ ایک شخص کو زخمی اور دس افراد کو حراست میں لیا۔

4 مئی کو قومی لشکر کے اہلکاروں نے صوبہ غزنی کے ضلع زنہ خان میں 5 افراد کو شہید کر دیا، خبر میں کہا گیا ہے کہ قومی لشکر کے اہلکاروں پر طالبان نے حملہ کیا جس کے بعد انہوں نے مقامی گاؤں پر چھاپہ مارا اور پانچ افراد کو جن میں شہید دولت کے دو بیٹے سلیمان اور نقیب، مسلم ولد قادر خان، نادر خان ولد محمد نبی اور طالب ولد لاہور شامل ہیں حراست میں لیا جنہیں بہیمانہ تشدد کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔

4 مئی کو قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے باباشاخ میں جامع مسجد کے امام قاری محمد زمان کو گرفتار کر لیا بعد ازاں تشدد کے ذریعے شہید کر دیا۔

5 مئی کو قابض افواج نے صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے پاتخیلو گاؤں پر چھاپہ مارا، لوگوں پر تشدد کیا اور امام مسجد "نوراللہ" اور 14 سالہ بچے کو گرفتار کر لیا۔

5 مئی کو قندوز ضلع دشت ارچی کے وزیر خان علاقے میں قومی لشکر کے اہلکاروں نے ایک بے گناہ شخص (امیر خان) کو شہید کر دیا۔

6 مئی کو صوبہ کونڑ ضلع مرورہ کے ورسک علاقے میں قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک حاملہ خاتون پر فائرنگ کر کے زخمی کر دیا، واقعے کے بعد مشتعل لوگوں نے اہلکاروں پر پتھراؤ شروع کیا لیکن فوراً امریکی فوجی نے پہنچ کر اہلکاروں کو مشتعل لوگوں سے نجات دلا دی۔

7 مئی کو درندہ صفت اتحادیوں نے قندہار کے ضلع میوند کے لوی کاریز میں چھاپہ مارا، مرد اور خواتین پر تشدد کیا، متعدد افراد کو چاقو مار کر زخمی کر دیا کئی افراد گرفتار جبکہ گھر گھر تلاشی کے دوران خواتین کے زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء بھی لوٹ لیں، صبح مقامی لوگوں نے واقعہ کے خلاف میوند میں قندہار، ہرات کی شاہراہ عام بلاک کر کے شدید احتجاج کیا، گرفتار لوگوں کی رہائی کا مطالبہ کیا اور غیر ملکی افواج کے خلاف شدید نعرہ بازی کی۔ اس موقع پر پولیس نے مظاہرین پر اندھادھند فائرنگ کر کے 11 نہتے افراد کو شہید اور 20 کو زخمی کر دیا واقعے کی تائید صوبائی حکومت کے ترجمان نے بھی کی تاہم جرم کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ مظاہرے میں اکثریت مخالفین کی تھی۔

8 مئی کو قابض افواج نے صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے متعدد گاؤں (انگوری، مورگئی اور کبیر) پر بیک وقت چھاپہ مارا، ایک معصوم بچے سمیت تین افراد کو شہید کر دیا، دو خواتین سمیت 6 افراد کو زخمی کر دیا اور 62 افراد کو مار پیٹ کے بعد حراست میں لیا۔

9 مئی کو قابض فوجیوں نے صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے دولت زی علاقے میں چھاپے کے دوران دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

9 مئی کو اتحادیوں کے فضائی حملے میں صوبہ فاریاب ضلع قیصار کے چیچکتو گاؤں میں ایک بچہ اور خاتون شہید ہوئی۔

10 مئی کو قابض فوجیوں نے صوبہ لوگر ضلع محمد آغا کے زرغون شہر ملاخیل گاؤں پر چھاپہ مار کر چار افراد کو گرفتار کیا۔

10 مئی کو صوبہ کاپیسا ضلع نگاب کے تترخیل علاقے میں قومی لشکر کے اہلکاروں نے چیک پوسٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک موٹر پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت دو افراد شہید اور تین زخمی ہو گئے۔

11 مئی کو صوبہ نورستان کے مرکز کے قریب کانتوا علاقے میں افغان فورسز نے حماد نامی شخص کو شہید کر دیا۔

12 مئی کو قندہار ضلع ارغنداب کے ناگہان علاقے میں امریکی فوجیوں نے ایک گھر پر چھاپہ مارا، دو افراد کو شہید اور چار کو زخمی کر دیا اس واقعے کی تائید ضلعی پولیس چیف نیاز محمد نے بھی کی۔

12 مئی کو صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے یوسف خیل علاقے میں اتحادیوں نے چھاپے کے دوران دو شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

12 مئی کو خبر شائع ہوئی کہ قندہار کے ضلع میوند کے مکین غیر ملکی اور افغان فوجیوں کی جانب سے گھر گھر کی تلاشی سے تنگ آ چکے ہیں، اس سے قبل 7 مئی کو اتحادیوں نے گھر گھر تلاشی لینے کے دوران عورتوں اور بچوں پر تشدد کیا جس کے خلاف مقامی لوگوں نے مظاہرے کئے، علاقے کے ایک شہری محمد داؤد نے بتایا کہ مظاہرے کے بعد چار مرتبہ اسکے گھر کی تلاشی لی گئی، میوند بازار کے ایک دکاندار نے بتایا کہ اتحادیوں اور افغان فوجیوں نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے، لوگوں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں، گرفتار کر لیتے ہیں، تلاشی

کے دوران خواتین کے زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء لوٹ لیتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر بالاحکام نے اس کا نوٹس نہ لیا تو وہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی۔

14 مئی کو قابض فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے بانگ علاقے میں ایک گھر پر چھاپے کے دوران چار افراد کو حراست میں لیا۔

16 مئی کو صوبہ سمنگان کے دارالحکومت ایبک کے قریب افغان فوجیوں نے دو آئمہ کرام (مولوی عبد الوحد اور قاری عنایت اللہ) کو شہید کر دیا، مقامی لوگوں نے واقعے کے خلاف ایبک شہر میں مظاہرہ کیا اور قاتلوں کی گرفتاری اور قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

17 مئی کو صوبہ روزگان ضلع چہار چینو کے سگزی علاقے میں مقامی کمانڈر شاہ محمد کے فوجیوں نے جاندادا کا کے دو معصوم بچوں کو شہید اور اس کی اہلیہ کو زخمی کر دیا۔

18 مئی کو قابض فوجیوں نے قندوز کے مرکز کے قریب تبرہ کش علاقے میں چھاپے کے دوران دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

18 مئی کو صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے ہفت اسیا علاقے میں جاسوسی طیارے کے میزائل حملے میں ڈاکٹر شاہ ولی صبح مسجد جاتے ہوئے شہید ہوئے۔

18 مئی کو افغان فورسز نے صوبہ سرپل ضلع صیاد کے پہلوان تاش علاقے میں معلم نامی شخص اور اس کے بیٹے کو زخمی کر دیا اور ان کے کئی مال مویشی ہلاک اور زخمی کر دیئے۔

19 مئی کو ہلمند ضلع ناوی کے شور شورک علاقے میں افغان فوجیوں نے چھ افراد کو گرفتار کر لیا، مقامی لوگوں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ ایک شخص کی لاش ملی ہے جس کے جسم پر تشدد کے نشانات واضح ہیں جبکہ دیگر افراد کا تاحال کوئی معلومات نہیں، لوگوں نے شہید کا جسد خاکی گورنر ہاؤس کے سامنے رکھ کر مظاہرہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر لوگوں کو تنگ کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو وہ طالبان کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔

19 مئی کو قابض افواج نے صوبہ ہرات ضلع شین ڈنڈ میں زیر کوہ کے گاؤں پر چھاپہ مارا، لوگوں کو گھروں سے نکال کر شہید کر دیا، اسی روز عزیز آباد میں بھی قابض فوجیوں نے ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا، ایک طالب علم کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

19 مئی کو قندہار کے پشتون باغ علاقے میں اتحادی فوجیوں نے چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی اور دو افراد کو حراست میں لیا، لوگوں نے بتایا کہ گرفتار افراد عام شہری تھے جن میں ایک مسجد کا امام اور ایک محکمہ تعلیم کا ملازم تھا، لوگ مشتعل ہو گئے انہوں نے واقعے کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور کہا کہ رات کی تاریکی میں اتحادی افواج تلاشی کے نام پر چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر کے لوگوں اور خواتین کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اور قیمتی اشیاء بھی چوری کر لیتے ہیں۔

19 مئی کو صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے غازی خان خیل علاقے میں افغان فوجیوں نے زمری نامی شخص کا گھر جلا دیا۔

22 مئی کو صوبہ پروان ضلع باگرام کے قلعہ نصرو علاقے میں اتحادیوں نے چھاپے کے دوران 15 افراد کو حراست میں لیا۔

23 مئی کو قابض افواج نے صوبہ بغلان کے مرکز انار خیل علاقے میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی اور امام سمیت چھ افراد کو گرفتار کر لیا۔

24 مئی کو ایک خبر شائع ہوئی کہ قومی لشکر کے اہلکاروں نے صوبہ غزنی ضلع گیرو کے پنی گاؤں جو 350 گھروں پر مشتمل ہے میں پانی کا کاریز بند کر دیا جس کے باعث مکینوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، باغات، فصلیں خشک اور مال مویشی ہلاک ہوتے جا رہے ہیں، گاؤں کے معتبرین نے ایک وفد کی شکل میں جا کر قومی لشکر کے حکام سے بات چیت کی اور کاریز کھولنے کا مطالبہ کیا لیکن جواب میں انہوں نے دھمکی دی کہ اگر اس بارے میں آئندہ کوئی ان کے پاس آیا تو اس کی خیر نہیں ہو گی۔

25 مئی کو صوبہ کونڑ کے مرکز اسعد آباد کے سینیگل علاقے میں افغان فوجیوں نے 11 افراد کو بغیر کسی جرم کے گرفتار کر لیا۔

25 مئی کو قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے صوبہ لغمان ضلع علینگ کے قلعہ نجیل علاقے میں امام مسجد اور خطیب (مولوی محمود خان) کو جو عشاء کی نماز ادا کر کے گھر جا رہا تھا کو شہید کر دیا۔

26 مئی کو صوبہ پکتیکا کے صوبائی دارالحکومت میں سینکڑوں لوگوں نے قومی لشکر کے خلاف مظاہرہ کیا، مظاہرے سے مقررین نے خطاب میں کہا کہ قومی لشکر کے اہلکاروں نے ان کے گھروں میں چیک پوسٹیں قائم کی ہیں ان کے غیر انسانی رویے سے لوگ تنگ آ چکے ہیں حکام بالا اس کا نوٹس لیں۔

27 مئی کو صوبہ فراہ کے ضلع فرارود کے شہر میں افغان فورسز نے امام مسجد اور مدرسے کے استاد قاری عبد الاحد کو مسجد میں سوتے ہوئے شہید کر دیا۔

28 مئی کو صوبہ ہلمند ضلع گرشک کے علاقے نہر سراج میں اتحادی اور افغان فوجیوں نے چھاپے کے دوران تین افراد کو گرفتار کر لیا۔

29 مئی کو صوبہ بدخشان کے غنیو گاؤں میں قابض اور افغان فوجیوں کی فائرنگ سے ایک خاتون سمیت تین افراد شہید اور 17 افراد زخمی ہوئے، اس کے علاوہ لوگوں کے گھروں کو بھی نقصان پہنچا۔

29 مئی کو صوبہ زابل ضلع میزان کے ککر گاؤں میں افغان فورسز نے دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

29 مئی کو صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سای میں اتحادی افواج کی بمباری میں 5 افراد شہید اور 14 زخمی ہوئے جس کے بعد قابض فوجیوں نے لوگوں پر تشدد کیا، مالی نقصان پہنچایا اور 150 افراد کو گرفتار کر لیا۔

اقتباسات: بی بی سی اور آزادی ریڈیو۔ افغان اسلامی، پیژواک، روہی اور لر، بر نگی اسیا اور بینوا ویب سائٹس۔

⇛ ⇛ ⇛

اقوامِ عالم پر امریکی جارحیت کے مختلف پہلو

تحریر: استاد مصطفی حامد

اردو ترجمہ انجینئر محمود زبیری

قسط نمبر 2/ آخری قسط

جارحیت کی "خارجی سطح" یعنی کسی ملک کے خلاف بیرونی عناصر کے ذریعے جنگ کرنے کی تفصیل:

یہ ان جارحانہ اقدامات اور جنگ کا نام ہے جو جارحیت کا شکار ملک، جہادی یا انقلابی جماعت پر بیرون ملک سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہ جنگ تین قسموں پر مشتمل ہے:

چالبازی کے بہانے نرم انداز میں جنگ

جاسوسی کی غیر روایتی جنگ

غیر روایتی منظم جنگ

اوّل: چالبازی کے بہانے نرم انداز میں جنگ (یا طویل مدتی جنگ)

یہ اپنے پھیلاؤ کے لحاظ سے وسیع ترین جنگ ہے جسے امریکہ تمام تر انسانیت، چاہے حلیف ممالک ہوں یا حریف، کے خلاف بروئے کار لا رہا ہے۔ کوئی بھی ملک ایسا نہیں جسے اس جنگ کی شکایت نہ ہو صرف مشرق و مغرب کی روشن خیال قوتیں ہی ہیں جو گلوبلائزیشن کے نام پر تمام دنیا کو "امریکیانے" کی مہم پر نالاں نہیں ہوتی۔ اس جنگ کا ہدف دنیا کی تمام ثقافتوں کو امریکی ثقافت سے تبدیل کرنا، تمام زبانوں کو امریکی لہجہ کی انگریزی کے سامنے ڈھیر کرنا اور تمام ممالک کی سیاست کو خاموش کرا کر اسے امریکی خواہشات کے تابع کرنا ہے۔

معاشی گلوبلائزیشن اور سرحدات کو تجارت اور مصنوعات کی منتقلی کے لیے کھلا چھوڑ دینے کا مطلب کمزور ممالک کی معیشت پر مضبوط امریکی مملکت کا غلبہ قائم کرنا ہے۔ اس معاملے میں صیہونی بینک اور بین الاقوامی تجارتی کمپنیاں شدید نقصان دہ ہیں جو اپنے ممالک کی پالیسیاں وضع کرتی ہیں اور اپنے مصالح کے لیے ان کی حدود تک تبدیل کر دیتی ہیں پس ان کے ہاتھوں مملکتیں ٹوٹتی اور بنتی ہیں۔

اس چالبازی کی جنگ کو طویل مدتی یا مکمل جنگ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ہمیشہ لڑی جاری ہی ہوتی ہے، رکتی نہیں اور روئے زمین پر انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتی ہے۔ اس جنگ میں زیر استعمال اسلحہ یہ ہے:

1- میڈیا کا ہتھیار 2- ثقافتی ہتھیار 3- معاشی ہتھیار 4- سفارت کاری کا ہتھیار 5- جاسوسی کا ہتھیار

یہاں ہم ان ہتھیاروں کے استعمال، اثر پذیری اور نتائج کی تفصیل ذکر نہیں کریں گے لیکن ممالک کے خلاف امریکی جنگ کو سمجھنے کے لیے تمہید کے طور پر ہم مختصراً ان کا ذکر کرتے ہیں۔

اگلے مراحل میں چل کر چالبازی کی جنگ جاسوسی کی غیر روایتی جنگ میں ضم ہو جاتی ہے۔ اپنی فطرت کے اعتبار سے یہ جنگ زیادہ شدت آمیز ہوتی ہے لیکن اس میں براہ راست نبرد آزمائی نہیں ہوتی۔ امریکا کی کوشش ہوتی ہے کہ اسی مرحلہ تک اس کو مطلوبہ مقاصد مل جائیں ورنہ اسے جنگ کے اگلے مرحلے یعنی اعلانیہ جنگ کی طرف منتقل ہونا پڑتا ہے۔ نئے امریکی روپ میں آپ اسے غیر روایتی عسکری جنگ کہہ سکتے ہیں۔

اب ہم چالبازی کے ہتھیاروں کی طرف آتے ہیں جن کے ذریعے کسی ملک، عوامی، مزاحمتی یا جہادی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میڈیا کا ہتھیار:

اس کا کام دشمن کو شیطان قرار دینا اور جھوٹ، آدھے حقائق، جھوٹی گواہیوں اور من گھڑت دلیلوں کے ذریعے دشمن کی تصویر کو ہر ممکن حد تک بدصورت بنا کر پیش کرنا ہے۔ اسی طرح قیادت کرنے والی شخصیات، حالات حاضرہ اور تاریخ کی غلط تصویر کشی کرنا اس کا وظیفہ ہے۔ جبکہ اہل حق کے سوا قائم عناصر کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، ان کی کارکردگی کے بیان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے، ان کو ایسی صفات سے متصف کیا جاتا ہے جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اور ان کی ایسی تصویر کشی کی جاتی ہے کہ ہدف بنے ملک میں انہیں قبولیت عامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ یہ فلاح عامہ کے لیے سرگرم ہوں اور لوگ ان سے محبت کرنے لگیں۔ ساتھ ہی بیرونی دنیا سے تعامل کے لیے ان منفی عناصر کو مغربی ثقافت سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے تا کہ مغربی عوام ان ممالک کے نظام کے خلاف ان عناصر کے حامی بن جائیں۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ گروہ آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا یہ کہ یہ جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں، عورت کی آزادی کے علمبردار اور جدت پسند ہیں۔ (جیسا کہ انہوں نے طالبان کی امارت اسلامیہ کے خلاف لڑنے والے شمالی اتحاد کو وطنی آزادی کے لیے

بر سر جنگ عنصر کے طور پر پیش کیا، پھر یہی اتحاد افغانستان پر امریکی حملہ کے دوران صلیبیوں کا ہراول دستہ بنا اور آزادیٔ وطن سے استعماری قوتوں کی حقیقی مراد بھی یہی ہے)۔

ان استعمار کے حامی منفی عناصر کو عالمی دنیا سے رابطہ، اپنی دعوت کی تشہیر اور حقائق کو اس طرح مسخ کر کے پیش کرنے کے لیے جیسے یہ عناصر شیطانی قوتوں کے خلاف لڑ رہے ہیں برق رفتار وسائل مہیا کیا جاتے ہیں۔ میڈیا کے نام سے ہونے والی سرگرمی چاہے وہ امریکہ کے اندر ہو یا ہدف ملک میں، جھوٹ کے پھیلانے کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔

ثقافتی ہتھیار:

اس کا بنیادی ہدف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہوتا ہے جو مغرب کی ثقافت پر مطلع اور اسے پسند کرتا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جنہیں مہذب یا طبقہ اشرافیہ کہا جاتا ہے۔ مغرب کے ثقافتی ذرائع مخالف نظام، جہادی تحریک یا مزاحمت کی تحقیر کرتے ہیں۔ ان کو پسماندہ، مغربی اقدار اور علوم و ٹیکنالوجی کا مخالف ثابت کیا جاتا ہے اور باور کرایا جاتا ہے کہ ان کی اس پسماندگی کی وجہ ان کے پسماندہ عقائد ہیں جنہیں جدید دور سے کوئی سروکار نہیں۔ طبقہ اشرافیہ کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ زبوں حالی سے نکلنے کی واحد صورت یہی ہے کہ ان پسماندہ عقائد کو ایک طرف رکھتے ہوئے آگے بڑھا جائے اور مغربی فکر، اقدار، اخلاق و رسوم کو گلے لگایا جائے۔ اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہ مغربی تہذیب و سیاست سے بہرہ مند ہوں یہاں تک کہ ان کے لیے ترقی کے نئے افق کھل جائیں۔ اور عوام امریکہ و دیگر مغربی طاقتوں کے قائم کردہ عالمی نظام کے تحت آجائیں۔

معاشی ہتھیار:

بعض اوقات یہ ہتھیار چالبازی کی جنگ میں سب سے زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ہدف بننے والے ملک کی تمام تر عوام کو اپنے شکنجہ میں کس لیتا ہے اور لاکھ ہا لوگ بھوک، مرض اور زندگی کی بدترین مشکلات میں گھر جاتے ہیں۔ اس سے حکومتی مشینری ہل جاتی ہے اور صورتحال بڑے اجتماعی نقصان کے دہانے پر جا پہنچتی ہے۔

منحرف ریاستوں کے خلاف اقتصادی پابندیوں کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہاں کہ عوام بھوک و افلاس سے تنگ آکر اپنے نظام کے باغی بن جائیں۔ اگر عوام اور حکومت کے درمیان تعلق مضبوط نہ ہو تو ایسی حکومت جو اپنی عوام کی بھوک ختم کرنے میں ناکام رہے اپنی قانونی حیثیت کھو دیتی ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان تعلق میں سب سے زیادہ اہم دین ہے۔ جب یہ تعلق سچائی اور اخلاص پر مبنی ہو تو ان معاشی پابندیوں کو جھیلنا ممکن ہو سکتا ہے۔ خاص طور جب نظام معاشرے کے طبقات کے درمیان عدل و انصاف پر قائم ہو اور امیر طبقہ غریب کے حقوق غصب نہ کر رہا ہو اور نہ ہی حکمران طاقت کے بل پر مراعات حاصل کرتے ہوں اور نہ عوام کے اموال ناجائز ہڑپ کرتے ہوں۔

عراق پر باقاعدہ جنگ کے آغاز سے قبل امریکا نے اس کے گرد معاشی حصار باندھا جس سے پندرہ لاکھ عراقی شہری جن میں ایک تہائی تعداد بچوں کی تھی جان سے چلے گئے۔ اسی طرح افغانستان پر حملہ سے پہلے اس پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کی گئیں اور ان کی غذائی صلاحیت کو محدود کیا گیا۔ یورپ نے افغان پھلوں کی درآمد بند کر دی اور افغان عوام اور یہاں کے اسلامی نظام کو کئی قسم کی معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت بھی امریکا سے منحرف بہت سے ممالک مثلاً ایران، شمالی کوریا، کیوبا وغیرہ نصف صدی سے اس طرح کے معاشی گھیرے کا سامنا کر رہے ہیں۔

اس حصار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقامی کرنسی کی قیمت گر جاتی ہے جب کہ اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں۔ بینکوں کا کاروبار متاثر ہوتا ہے اور سرمایہ وہاں سے مغربی بینکوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طرح امریکی اشیر باد سے مغربی نظام اس سرمائے سے مستفید ہوتا ہے۔ جبکہ بیرونِ ملک سے سرمایہ آکر ملکی معیشت میں شامل نہیں ہو پاتا۔

سفارتی ہتھیار:

دنیا کی طاقتور ریاست ہونے کی وجہ سے امریکا کو یہ فائدہ حاصل ہے کہ وہ کسی بھی اہم معاملہ میں اپنی مرضی سے معاہدے اور اتحاد قائم کرتا ہے۔ اس طرح امریکا کے دشمن بہت جلد تمام دنیا کے دشمن قرار پا جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ نا صرف سیاسی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں بلکہ اقتصادی طور پر بھی سزا یافتہ ٹھہرتے ہیں اور آخر میں انہیں متحدہ عالمی جارحیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ عراق میں تیس ممالک کا اتحاد حملہ آور ہوا یا افغانستان، جہاں چالیس سے زائد ممالک مل کر حملہ آور ہوئے۔ منحرف ملک کی مکمل تباہی کر دینے کے بعد انعام کے طور پر امریکا اتحادی ممالک پر "تعمیر نو" کے نام سے مالی ٹھیکے تقسیم کرتا ہے۔ اور نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق مقبوضہ ملک میں قائم کردہ نئے نظام کی حمایت کے لیے ڈونر کانفرنسیں بلائی جاتی ہیں تاکہ یہ جدید ریاست کبھی بھی اپنی پہلی حالت کی طرف نہ پلٹے اور انہی کے مفاد میں استعمال ہوتی رہے۔ اب اگر اس قبضے کے خلاف عوام میں آزادی کی کوئی تحریک جنم لے تو امریکا انسداد دہشت گردی کے نام پر اس سے سختی سے نبرد آزما ہوتا ہے، لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے، جیلیں بھری جاتی ہیں اور پوری عوام کو فقر و فاقہ کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔

جاسوسی کا ہتھیار:

یہ ہتھیار عصر حاضر کا اہم ترین پہلو ہے، شاید باقی سب پہلوؤں پر حاوی۔ اس کا

نقصان صرف دشمنوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ دوستوں تک کو گھیر لیتا ہے۔ صرف ریاستیں اس سے متاثر نہیں ہوتیں بلکہ پوری کی پوری عوام اس کا نقصان اٹھاتی ہے۔ مغرب کی نام نہاد لبرل ریاستوں میں بھی عوام کی جاسوسی سے صرف ان کی موت ہی ان کو بچا پاتی ہے۔ بلکہ امریکا اور اس کی ثقافت کے تحت رہنے والوں کا شعار ہونا چاہیے کہ "میری جاسوسی کی جا رہی ہے یہاں تک کہ مجھے موت آجائے"۔ منحرف ممالک میں تو جاسوسی کی یہ کارروائیاں معمول سے بہت حد تک بڑھ جاتی ہیں۔ کیونکہ جاسوسی کے ذریعے اکٹھی کی گئی معلومات ہی کی بنیاد پر مستقبل میں اس ملک کے خلاف حکمتِ عملی طے کی جاتی ہے۔

دوم: جاسوسی کی غیر روایتی جنگ

اس کی بہت سی خصوصیات ہیں:

اوّل یہ کہ یہ ایک غیر اعلانیہ جنگ ہے، دوسرا یہ کہ یہ امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے توسط سے لڑی جاتی ہے اسی لیے اسے غیر روایتی جنگ کہتے ہیں۔ یہاں ہم اس جنگ کے مختلف میدانوں کا تذکرہ کریں گے۔ اس میں روایتی جاسوسی کی کارروائیاں، پھر ہدف کے عین مرکز میں ضربیں، اسی طرح مزید آگے چل کر خالص فوجی کارروائیوں کے قریب تر خصوصی مسلح دستوں کا استعمال اور آخر میں داخلی طور پر باغی مسلح دستوں کی تشکیل شامل ہیں۔

اولاً: خصوصی دستوں کی مدد سے ضرب (جاسوسی، اغوا، تخریب اور خوفزدہ کرنے کی کارروائیاں):

مکمل جاسوسی: جیسے ہم نے ذکر کیا کہ امریکا اور مغرب کی طرف سے جاسوسی کا عمل ہر زاویہ پر، دائمی اور مستقل ہے جو منقطع نہیں ہوتا۔ لیکن "منحرف ملک" یا "انسانیت کے مجرمین" یا "دہشت گردوں" کے خلاف کارروائی کا آغاز کرتے وقت امریکی جاسوسی کا انداز واضح طور پر حریفانہ ہو جاتا ہے اور بسا اوقات تو یہ عمل خفیہ کی بجائے اعلانیہ نظر آنے لگتا ہے۔ یہ عمل نا صرف دشمن ملک کی حکومت اور نظام کو نشانہ بناتا ہے بلکہ اپوزیشن افراد تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تاکہ امریکا اپنی پسند کے لوگوں کو اقتدار کی سیڑھی چڑھا سکے۔ ان نئی قیادتوں کو مختلف کام سونپے جاتے ہیں مثلاً دعوتی و مسلح تحریکوں کی نگرانی، انسانی ہمدردی پر مبنی امدادی کارروائیوں کی دیکھ بھال وغیرہ۔ یعنی جاسوسی کرنے والے افراد حجم کے اعتبار سے ایک باقاعدہ فوج کی تعداد کو چھو لیتے ہیں۔ ایک ایسی فوج جو دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عسکری نوعیت کے کام بھی کر رہی ہوتی ہے۔

آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں امریکی فوج کا نیا فوجی نظریہ جاسوسی کی جنگ ہی کے تحت تشکیل پاتا ہے۔ اکثر اوقات سی آئی اے اور امریکی فوج شانہ بشانہ ہی کام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے درمیان بعض اوقات اختلافات بھی جنم لیتے ہیں جیسا کہ ۲۰۰۱ء سے جاری افغانستان کے خلاف جارحیت کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔ بلکہ ان اختلافات سے طالبان نے کافی اہم کامیابیاں حاصل بھی کیں۔

جان برینن کی تشکیل کردہ "ہلکی مداخلت" کی حکمت عملی شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی اسی قسم کی ہلکی فوجی کارروائی کے بعد منظر عام پر آچکی ہے جس کا واضح مطلب فوجی مداخلت کو کم سے کم کرتے ہوئے بغیر پائلٹ طیاروں کی مدد سے نشانہ بنا کر قتل کرنے اور خصوصی دستوں پر انحصار بڑھانا ہے۔ ہلکی مداخلت کی حکمت عملی بہت حد تک اس جنگ سے مشابہ ہے جسے ہم یہاں جاسوسی کی غیر روایتی جنگ کہہ رہے ہیں۔ اس جنگ کی درج ذیل دو صفات اس معنی کو کافی حد تک واضح کرتی ہیں

1- خصوصی دستوں کی مدد سے ضرب:

یہ ان کمانڈو دستوں کی مدد سے لڑی جاتی ہے جنہیں زیادہ تر سی آئی اے کنٹرول کرتی ہے اور کبھی کبھار فوج بھی ان کارروائیوں کی نگرانی کر رہی ہوتی ہے۔ یہ دستے ہدف بنے ملک میں تخریبی اور چھاپہ مار کارروائیاں کرتے ہیں، شہریوں میں خوف وہراس پھیلاتے ہیں اس طرح کہ ملکی صورتحال متزلزل ہو جاتی ہے۔ اور حکومتی نظام امن کے قیام میں ناکام نظر آتا ہے۔ ان عملیات کی وجہ سے ملک میں معاشی سرگرمیاں دم توڑ دیتی ہیں، وطنی یگانگت و ہم آہنگی ماند پڑ جاتی ہے اور ملک میں داخلی طور پر دراڑیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اس نوع کی عملیات میں سیاسی، دینی اور گروہی قیادتوں کا قتل شامل ہیں، مساجد اور گرجوں، عام ملاقات کی جگہوں اور بازاروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس پر مزید اہم حکومتی عہدیداروں، فوجی افسران، وزراء اور ماہرین فنون بھی نشانے پر آتے ہیں۔

ایسی کارروائیوں کا بڑا مقصد نظام کو کمزور کرنا اور عالمی سطح پر اس کی دگرگوں صورتحال کا ڈھنڈورا پیٹنا ہوتا ہے اب اگر یہ نظام اپنی اصلاح کی کوششیں کرے تو میڈیا مہم کے ذریعے اسے مزید بدنام کیا جاتا ہے جو اسے وحشی، انسانی اقدار اور اقلیتوں کے حقوق کا دشمن ثابت کرتا ہے۔ نظام کے خلاف عدالتوں میں مقدمات قائم کیے جاتے ہیں۔ قیادت کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوتے ہیں، اسے عالمی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر معاملہ سیکورٹی کونسل میں پہنچا دیا جاتا ہے جو ساتویں شق کو استعمال کرتے ہوئے اس منحرف ملک کے خلاف فوجی کارروائی کا جواز فراہم کر دیتی ہے۔ وہ نجی گروہ جو اس ملک میں پہلے سے اتارے جا چکے ہوتے ہیں ان کے پاس چھاپہ مار جنگ، مسلح عوامی مزاحمت اور پروپیگنڈا کے ماہرین بھی ہوتے ہیں جو ہر تخریبی کارروائی کا استعمال نظام کو بدنام کرنے کے لیے کرتے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ کارروائی کس نے کی ہو۔

2- منحرف دستوں کی تشکیل:

نظام کو گرانے یا اسے بڑی حد تک کمزور کر دینے کے لیے تاکہ وہ اپنے اندر

اساسی تبدیلیاں لے کر آئے، یہ بہت اہم قدم ہے۔ اس طرح نظام کو اپنے بڑے بڑے اقدامات سے ہٹایا جاتا ہے اور باغی کیمپ میں سے ایسے لوگوں کو نظام کا جزو بنایا جاتا ہے جو امریکی ایجنسیوں کے پروردہ ہوتے ہیں۔ نظام میں یہ نئی تبدیلی سراسر امریکی مفادات کے لیے کی جاتی ہے۔ لیکن اس پورے عمل میں نقصان اٹھانے والے صرف اور صرف عوام ہوتے ہیں۔ یہ بات تھوڑے ہی عرصہ میں کھل جاتی ہے کہ اس سارے شور شرابے نے تو بہت نقصان برپا کیا ہے اور اس سے قوم کی آئندہ نسلیں خطرے میں جا گری ہیں۔ حقیقی تبدیلی کے نعرے مشکل بن کر سامنے آکھڑے ہوتے ہیں بلکہ تبدیلی ناممکن دکھائی دیتی ہے مگر یہ کہ آئندہ نسلیں اس میں کھپ جاتی ہیں۔ باغی دستوں کی تشکیل کا کام سیاسی اور تعلق عامہ کے کاموں پر مبنی ہوتا ہے تاکہ اس پوری جنگ میں اتحادی ممالک کے ساتھ درج ذیل سطحوں پر تعاون قائم رہے۔

اتحادی ممالک اپنے شہریوں کو اس بغاوت میں شرکت کے لیے چھوٹ دے دیں۔

یہ ممالک باغیوں کو اپنی زمین، ائیرپورٹ اور بندرگاہوں سے گزرنے کی اجازت دے دیں۔

امریکی جہازوں، بحری بیڑوں اور خفیہ ایجنٹوں کو راستہ فراہم کریں۔

جنگ کے خراجات برداشت کرنے میں تعاون کریں۔

علاقائی حلقوں، اقوام متحدہ اور سیکورٹی کونسل میں امریکا کو سیاسی تائید فراہم کریں۔

نوٹ:

یہ تمام وہ اقدامات ہیں جو امریکا نے ۱۹۸۰ء کی روس افغان جنگ میں بروئے کار لائے۔ وہ تجربہ اس پوری حکمت عملی کی کامیاب تطبیق کی مثال ہے جس میں افغان عوام کے خون، ان کے سچے لیکن مخلص قیادت کے بغیر جہاد کے بل پر سرخ ریچھ کو شکست دی گئی۔ امریکا ہی اس جنگ میں وہ واحد فاتح تھا جس نے تمام ثمرات لوٹے۔ افغان عوام کے حصے میں کچھ آیا تو وہ داخلی خانہ جنگی تھی۔ اور "مجاہدین کی حکومت" کے نام پر امریکی ایجنٹ اقتدار تک جا پہنچے۔ اس دور کی سب سے بڑی نشانی برہان الدین ربانی بعد میں اقتدار پر براجمان ہو گیا، عبد الرسول سیاف غیر محدود اختیارات کا حامل ٹھہرا اور ہر اہم منصب پر اس کا اثر رہا، گلبدین حکمتیار وزیر اعظم کے منصب تک پہنچا اور صبغت اللہ مجددی ۱۹۹۲ء میں مجاہدین کی پہلی جمہوریہ کا سربراہ بن گیا۔

اس وقت امریکا کی تمام تر سیاسی، سفارتی و تعلقاتی کوششیں روس کے خلاف مجاہدین کی مدد کے لیے وقف تھیں۔ نہ صرف ۱۹۸۰ء میں اسلام آباد میں ہونے والی عالمی اسلامی تنظیم، جس نے افغان عوام کی حمایت کا اعلان کیا اور روس کے خلاف انسانی بنیادوں پر عوام کی حمایت کا عزم کیا، بلکہ امریکا افغانستان میں برسر پیکار جہادی جماعتوں میں بھی اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے میں کامیاب رہا۔ بڑی اسلامی تحریکوں کو بھی امریکا نے افغان عوام کی حمایت کے نام پر اپنی حکمتِ عملی کے لیے استعمال کیا اس صورتحال کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ سوویت اتحاد کے خلاف "اسلامی پتہ" کھیلا گیا۔ اخوان المسلمین اور بعض دیگر جماعتوں کی کاوشیں امریکی حکمتِ عملی سے بالکل ہم آہنگ رہیں۔ افغانی عوام حقیقی تبدیلی کے انتظار ہی میں رہے یہاں تک کہ طالبان کی حقیقی تحریک نے سیاف اور مجددی کی حمایت سے قائم ربانی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

یہ وہ خطرات ہیں جو کسی بھی عوامی تحریک کو عالمی توجہ حاصل کرتے ہوئے درپیش ہوتے ہیں۔ یعنی اصلی معاملہ، آزادی اور خود مختاری کا حصول، پس پشت چلا جاتا ہے اور عالمی طاقتیں اپنے مفادات کی خاطر تحریک کو اغوا کر لیتی ہیں۔ اور عوامی قربانیاں امریکا کے استعماری مقصد کے لیے محض ایک پتہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ جس کی کوشش ہوتی ہے کہ تباہی کو زیادہ سے زیادہ کر دے۔ اور مسلمانوں کی حریت کی خواہش گروہوں اور طبقات کے درمیان داخلی خانہ جنگی میں بدل جاتی ہے۔

یہ قدیم و جدید حکمت عملی امریکا آج شام میں بھی دوہرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکا کی کوشش ہو گی کہ عرب لیگ افغانستان سے امریکی انخلاء کے بعد عرب میں امریکی موجودگی اور اسرائیل کا دفاع ممکن بنائے۔ عرب ممالک کے اوپر نیوکلیئر اسرائیل کا دبدبہ برقرار رکھنے اور مستقبل میں مسجد اقصیٰ کی تخریب اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے اور گریٹر اسرائیل کے قیام یعنی یروشلم پر قبضہ کے بعد خیبر اور مدینہ تک پر قبضہ اور عرب دنیا بلکہ اس سے آگے چین کی سرحد سے بحر اوقیانوس تک پھیلی مسلم دنیا کی معیشت پر امریکی قبضہ کے لیے امریکا کی خواہش ہے کہ عرب کی علاقائی صورتحال ان کے حق میں رہے۔ عرب عوام اور بالعموم مسلمانوں کا اپنی داخلی چپقلشوں میں الجھا رہنا اس کی افرادی و معاشی قوت کو ضائع کرتا ہے جو درحقیقت ان کے دین اور مستقبل کا ضیاع ہے اور اس طرح یہ ممالک بغیر کسی نمایاں کوشش کے امریکا و اسرائیل اور یورپ کی قدیم استعماری قوتوں کی جھولی میں جا پڑتے ہیں۔

امریکی بدکرداری کی وجہ سے شام کا سیاسی بحران فرقہ وارانہ رخ اختیار کر گیا ہے، (بجائے اس کے کہ عالمی قوتیں بشار الاسد وغیرہ پر دباؤ ڈالیں اور اس کا ہاتھ روکیں، اس جنگ کو مزید بڑھکانے کا موقع فراہم کر رہی ہیں۔) اگر ان کا یہ تجربہ کامیاب رہا تو شام کے ٹکڑے ہونے کا ساتھ ساتھ گروہی جنگ کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور یہ بھی توقع ہے کہ بعض فرقے اپنی کمزوری کے پیش نظر اسرائیل اور امریکہ کے لیے آلہ کار بھی ثابت ہو جائیں

جیسا کہ صلیبی جنگوں کے دوران ہوا تھا۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ یہ صورتحال مختلف فرقوں کے باہمی جدال کا فروغ بننے کے ساتھ ساتھ عرب ممالک میں غیر مسلموں کی مداخلت جیسے اہم نکتے کو بھلانے کا سبب بن سکتی ہے۔ جس کی جزوی تصویر ہم مصر و عراق (جہاں ایک مخصوص فرقے کی امریکہ نوازی کی وجہ سے تحریکِ مزاحمت تقسیم ہو رہی تھی) میں دیکھ چکے ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ ایسی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسرائیل پر تولے کھڑا ہے۔

سوم: باقاعدہ مگر غیر روایتی انداز میں جنگ

یہ امریکی طرزِ عمل کا وہ نیا مرحلہ ہے جس کا آغاز اوباما کے ۲۰۱۳ء میں دوسری بار صدر بننے کے بعد سے ہوا اور اب امریکی ادارے خود اس کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ دراصل اس حکمتِ عملی نے عراق و افغانستان میں امریکی شکست سے جنم لیا ہے۔ جہاں امریکی اسلحے کی قوت عوام کو غاصب دشمن کے خلاف جہد کے لیے اٹھنے سے نہ روک سکی۔

افغانستان سے ذلت آمیز شکست اور امریکا اور یورپ میں بدترین معاشی بحران کی وجہ سے ان ملکوں کی حکمت عملی میں بڑی تبدیلیاں آنا ایک لازمی امر تھا۔ امریکی فوجیوں کا نفسیاتی امراض کا شکار ہونا اور بہت زیادہ خودکشیاں کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگیں غیر اخلاقی بنیادوں پر لڑی گئیں اور ان کے حقیقی مقاصد نہایت خطرناک تھے جیسا کہ افغانستان میں افیون کی کاشت میں اضافہ۔۔۔ اس شکست پر مبنی نئی حکمت عملی کو امریکا نے "ہلکی مداخلت کی حکمت عملی" کا نام دیا ہے۔ بعض ماہرین اسے "چوتھی نسل کی جنگ" کا نام دیتے ہیں جبکہ درحقیقت یہ بٹن دبانے کی جنگ ہے جس میں زیادہ تر انحصار بغیر پائلٹ کے طیاروں سے قتل کی کارروائیوں اور جاسوسی پر ہوگا۔ دوسرا پہلو جس کا انہوں نے اعلان کیا ہے وہ خصوصی دستوں کی کارروائیاں ہیں اور یہ اسلوب کوئی نیا نہیں ہے بلکہ برس ہا برس سے افغانستان میں مجاہدین کے خلاف استعمال ہوتا چلا آرہا ہے لیکن کسی بھی نمایاں کامیابی کے حصول میں ناکام رہا ہے۔ بلکہ الٹا انہوں نے مجاہدین کے خلاف اس قسم کی کارروائیوں میں کافی نقصان اٹھایا ہے۔ رات کے اندھیرے میں امریکی اور نیٹو کے خصوصی دستوں کے متلاشی کتوں کے ہمراہ آپریشنز میں زیادہ تر عوام ہی کا نقصان ہوتا چلا آرہا ہے جس کے ردعمل میں عوام طالبان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور انہیں اموال، استشہادی مجاہد اور قابض فوجوں کے اندر سے ایسے جوان فراہم کرتے ہیں جو اپنی بندوقوں کا رخ انہی غاصبوں کی طرف موڑ لیتے ہیں۔ یقیناً یہ طریقہ خصوصی کارروائیوں کے ضمن میں ایک نیا اضافہ ہے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ امریکی خصوصی دستوں کی کارروائیاں طالبان مجاہدین کی مصالح ہی کی خدمت کرتی ہیں۔

جیسا کہ افغانستان کی حالیہ جنگ سے ظاہر ہے کہ یہ خصوصی دستے اکیلے عمل نہیں کرتے بلکہ انہیں مقامی افواج کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ افغانستان میں ان دستوں کی ایسی بہت سی کارروائیاں جن کا ہدف عام شہری نہیں بلکہ طالبان تھے، بہت بڑے نقصان سے دوچار ہوئیں اور یہ صورتحال امارت اسلامی پر حملے کے پہلے روز سے اسی طرح ہے۔ قندھار میں امارت کے انتظامی دفاتر پر حملہ، ایران پاکستان سرحد کے قریب رباط جعلی کے مقام پر واقع ائیرپورٹ پر حملہ، زرمت میں آپریشن اینا کونڈا سب اس ناکامی کی مثالیں ہیں۔ ایک امریکی میجر اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امریکی افواج کا حوصلہ پست تھا اور وہ بہتر کارکردگی نہ دکھا سکے۔ یہ واقعہ تو افغانستان پر قبضے کے شروع دنوں کا ہے اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے بلکہ امریکی خصوصی دستوں کا تو نام ہی "رسوائی کے خصوصی دستے" ہونا چاہیے۔ افغانستان نے اس نئی حکمت عملی کی عملی مثالیں دیکھی ہیں جہاں اس کے عملی تجربات ناکامی سے دوچار ہوئے۔ اس حکمت عملی کو محض ایک نیا نام دے دینا امریکا کو اپنے اندھے مستقبل سے نہیں بچا سکتا۔ فوجی اور نفسیاتی وجوہات کی بنیاد پر امریکی افواج مقامی افواج کے تعاون کے بغیر ایسی خصوصی عملیات سرانجام نہیں دے سکتیں۔ باقاعدہ افواج کے لیے امریکا کو اس قسم کی مدد فراہم کرنا بڑی ذلت کی بات ہے اس لیے یہ کام عموماً اجرتی فوجی کمپنیوں اور مافیا گروہوں سے لیا جاتا ہے۔

اولاً: اجرتی فوجی کمپنیوں کا استعمال:

بہت سی وجوہات کی بنا پر امریکا نے اجرتی کمپنیوں کو اپنی فوجی قوت کا حصہ بنالیا ہے۔ سرکاری طور پر ان کے لیے "ٹھیکیدار" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ درحقیقت یہ کمپنیاں بالائے قانون لیکن امریکی حمایت سے منظم جرائم کی مرتکب ہوتی ہیں۔ کسی بیرونی سرزمین پر کیے جانے والے کسی بھی جرم پر ان کے خلاف مقدمہ قائم نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں تو ان کا بنیادی کام ہی جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ کمپنیاں لڑائی، سیکورٹی اور نقل و حمل کی ذمہ داریاں سرانجام دیتی ہیں۔ امریکی جاسوس ایجنسیاں ان سے جاسوسی، اغوا، ٹارگٹ کلنگ اور قیدیوں پر تشدد جیسے کام لیتی ہیں۔ بدلے میں یہ کرائے کے اہلکار امریکا سے بھاری بھرکم معاوضہ، ہزار سے تین ہزار ڈالر یومیہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی کافی شواہد موجود ہیں کہ یہ کمپنیاں افغانستان سے منشیات کی سمگلنگ میں بھی ملوث ہیں۔

ثانیاً: مافیا گروہوں سے خدمات لینا:

یہ امریکہ کے خارج از وطن آپریشنز کا اساسی جزو ہیں۔ تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ امریکا نے سسلی کے جزیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے اٹلی کے مافیا گروہوں کو استعمال کیا۔ یہ دوسری جنگ عظیم میں نازی جرمنی کے اوپر پہلی فتح تھی۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ افغانستان میں منشیات کے مافیا گروہ وہاں کے اشراف کے زیر سرپرستی امریکی افواج کے بھرپور تعاون سے کام کرتے ہیں۔ اور ہیروئن

کے عوض یہ مافیا گروہ لڑائی، نقل و حمل اور جاسوسی کے کام آتے ہیں۔ افغانستان میں مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے متعدد قسم کے مافیا گروہ متحرک کیے گئے ہیں جو منشیات کے علاوہ اسلحہ کی سمگلنگ، سپیئر پارٹس، انسانی سمگلنگ اور بچوں کے اغواء، یورینیم، قیمتی پتھر، سونا، خام مال اور نوادرات کی سمگلنگ جیسے کام کرتے ہیں۔ اجرتی کمپنیوں اور مافیا گروہوں کو عراق میں بھی خوب پروان چڑھایا گیا جہاں انہوں نے تیل، اسلحہ، منشیات اور انسانی اعضاء کی سمگلنگ جیسے کام کیے۔ شام میں بھی اب اسی طرح کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ اسی طرح عرب انقلابات کے علاقوں مصر، لیبیا اور تیونس میں بھی یہ دیکھنے کو ملا ہے۔ امریکی اور نیٹو افواج جہاں کہیں بھی اترتی ہیں یہ اجرتی کمپنیاں اور مافیا گروہ ان کی قوت کا لازمی جزو ہوتے ہیں۔

ہم نے کہا کہ اس غیر روایتی نظامی جنگ کے ہتھیار مشترکہ طور پر خصوصی دستے، بغیر پائلٹ کے طیارے، اجرتی کمپنیاں اور مافیا گروہ ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ امریکی شکست کی علامت ہے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور ۲۰۱۴ میں افغانستان سے امریکی انخلاء تک صورتحال کافی آگے جا چکی ہو گی۔ کیونکہ درجہ بدرجہ انخلاء کی پالیسی اور ۸۰ ہزار سے کم تعداد میں امریکی افواج کا افغانستان میں رکنا پاگل پن ثابت ہو گا کیونکہ اس طرح ان کی افواج شدید خطرے کی حالت سے دوچار ہوں گی۔ یہ تعداد روس کے بچ جانے والے فوجیوں سے بھی کم تر ہے۔ پھر جب روس نے انخلاء کا عمل شروع کیا تو اسے اس کے لیے چھ ماہ لگ گئے تاکہ اپنے فوجیوں کو مجاہدین کے ہاتھوں گرفتاری سے بچایا جاسکے۔ یہ وہی غلطی ہے جس کے ارتکاب کا اوباما نے اعلان کیا ہے حالانکہ یہ امریکا اور اس کے فوجیوں کی زندگی کے حق میں ایک عظیم جرم ہے۔ شاید امریکا روس کے برخلاف مجاہدین سے اپنے فوجیوں کے لیے کسی قسم کی گارنٹی حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے۔ طالبان امریکی قابضوں کو کسی قسم کے خیر سگالی کے تحائف پیش کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ امریکا کے افغانستان میں باقی ماندہ فوجیوں کی تعداد ناکافی ہے، ان کے حوصلے شکست کھا چکے ہیں اور یہ گرفتاری و موت کے خوف کا شکار ہیں۔

نوٹ:

#تاہم بٹنوں کی جنگ خطرناک چیز ہے جس میں میزائیل باری اور آبادی والے علاقوں پر فضائی حملے شامل ہیں، بالخصوص ایسے دشمن کے خلاف جس کے پاس فضائی دفاع کی صلاحیت نہ ہو (جیسا کہ اسرائیل نے غزہ اور سوڈان کے خلاف جنگ میں کیا)۔ یا ایسے دشمن کے خلاف جس کے پاس رعب ڈالنے کی کافی صلاحیت نہ ہو، یعنی اس ملک کی داخلی، سیاسی اور علاقائی صورتحال کمزور ہو جیسا کہ اب اسرائیلی طیاروں کی بمباری کے خلاف شام کی صورتحال ہے۔ اسی طرح نیوکلیائی ہتھیاروں کا خوف بھی امکان کی کمی کے باوجود موجود رہتا ہے۔ امریکا کے پاس ۱۲۰۰۰ سے زائد ایٹمی ہتھیار ہیں اور اسرائیل کے پاس ۴۰۰ سے زائد! یہ وہ دھمکی ہے جسے مخالفین کو غیر مسلح کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ بلا شبہ روایتی جنگ اور ایٹمی اسلحہ کا استعمال انسانیت کے خلاف ایسے جرائم ہیں جنھیں استعمال کرنے سے امریکا جیسے دشمن کو کوئی عار نہیں۔

❖ ❖ ❖

بقیہ از: مغرور امریکا کی شامت

جنہیں امریکی فوجیوں نے مختلف چھاپوں کے دوران گرفتار کیا تھا، برطانوی فوجیوں کی جانب سے بچوں پر جنسی تشدد کرنا اور اذیت میں مبتلا رکھنا وہ ناقابل معافی طاغوتی جرائم ہیں جن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، افغان قوم کبھی بھی ان کے بارے میں نرم رویہ اختیار نہیں کرے گی بلکہ پوری قوت سے ملک میں موجود وحشی فوجی درندوں سے انتقام لے کر عبرتناک سبق سکھائے گی تاکہ ان کی باعزت واپسی کا خواب چکنا چور ہو جائے۔

تجزیہ نگاروں کے مطابق 2014ء کے آخر تک امریکی فوجیوں کے انخلاء کا پروگرام دھوکہ اور فریب پر مبنی ہے اس سے وہ افغانوں اور دیگر ممالک کی مخالفت کی شرح میں کمی لانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو کے بعض ممالک 2014ء کے بعد بھی افغانستان میں اپنی کچھ فوجوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں، اوباما کی جانب سے ڈرون حملوں کو کنٹرول کرنے کا سسٹم سی، آئی، اے سے لیکر پینٹاگون کو دینا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے تاکہ وہ ڈرون حملوں کا ہدف صرف اہم شخصیات تک محدود رکھے، حال ہی میں بروگسل میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں اعلان کیا گیا کہ 2014ء کے بعد امریکہ، جرمنی اور اٹلی کے کچھ فوجی اہلکار افغانستان میں موجود رہیں گے۔ یہ مستقبل میں افغانستان سمیت ہمسایہ ممالک کی سلامتی کے لئے سنگین خطرہ ہے، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ خطے کے ممالک امریکہ سے مطالبہ کریں کہ وہ افغانستان سے انخلا مکمل انخلاء کرے کیونکہ خطے میں بدامنی کی لہر امریکی فوجیوں کی موجودگی سے برقرار ہے، جس دن امریکہ اور نیٹو افواج افغانستان سے نکل جائیں گی اسی دن ملک اور خطے میں امن کا قیام یقینی ہو جائے گا، اس بارے میں روس کے وزیر خارجہ کا بیان قابل ذکر ہے جس نے کہا تھا کہ افغان طالبان میں اتنی صلاحیت موجود ہے کہ جب امریکہ افغانستان سے نکل جائے تو وہ چند گھنٹوں میں کابل پر اپنا پرچم لہرا سکتے ہیں۔

احمد فارسی

افغانستان گذشتہ مئی 2013 میں

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات اور جانی ومالی نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے خود اعتراف کیا ہے۔ تحقیقی اعداد وشمار کے لیے الامارہ اور دیگر خبری ویب سائٹس کا مطالعہ کریں۔

مئی کا مہینہ خارجی اور داخلی دشمن کے لیے سب سے زیادہ نقصانات کا مہینہ رہا۔ اس مہینے کے دوران امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ آپریشن کے عنوان سے دشمن پر سخت ہلاکت خیز حملے کیے۔ جس نے نہ صرف ان کے داخلی مزدور انتظامیہ بلکہ ان کے خارجی آقاؤں کو بھی ورطہ حیرت میں ڈالدیا۔ اس لیے کہ اس مہینے میں دشمن کے اعتراف کے مطابق دیگر مہینوں سے زیادہ فوجی اس سال مارے گئے ہیں۔ جس کی تفصیل ذیل کے عنوانات میں پڑھی جاسکتی ہے۔

خارجی فوج کے نقصانات:

اس ماہ کے دوران دشمن کے اعتراف کے مطابق ان کے 26 خارجی فوجی مارے گئے ہیں یہ اعداد وشمار 2009 اور 2012 سے بڑھ کر ہیں۔ یہ مہینہ دشمن کے لیے سب سے زیادہ قاتل مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ ان ہلاک ہونے والے 26 فوجیوں میں سے 22 فوجی امریکی ہیں۔ ان فوجیوں کے بشمول رواں سال میں کل 68 فوجی ہلاک ہوچکے ہیں۔ ان ہلاکتوں کے بعد گیارہ سالہ جارحیت کے دوران ان کے اعتراف کے مطابق ہلاک ہونے والے فوجیوں کی کل تعداد 3317 ہوگئی ہے جن میں سے 2229 امریکی اور 444 برطانوی فوجی ہیں۔ یہ اعتراف شدہ اعداد وشمار جارحیت پسندوں کے لڑاکا فوجیوں کے ہیں۔ وہ لوگ جو عوامی خدمات کے چھتری تلے امریکی خدمت میں مصروف رہتے ہیں ان کی ہلاکتوں کی تعداد کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ لیکن بہر صورت یہ اعداد وشمار دشمن کو ہونے والے جانی نقصانات کے حقیقی اعداد وشمار کے مقابلے میں انتہائی کم ہیں۔

مالی نقصانات:

جب بھی جانی نقصانات کی بات کی جاتی ہے ہمارے ذہن میں گرنے والے طیاروں، تباہ ہونے والے ٹینکوں، گاڑیوں اور دیگر فوجی، جنگی وسائل اور تباہ شدہ جنگی سامان کا خیال آتا ہے۔ ہم یہ ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ ہر فوجی کا قتل جانی نقصان کے ساتھ مالی نقصان بھی ہے۔ اور یہ نقصان دشمن کے لیے تباہ ہونے والے طیاروں اور ٹینکوں سے زیادہ قابل تشویش ہوتا ہے۔ ایک پائلٹ کا قتل دشمن کے لیے ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ان گیارہ سالوں میں کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا جس میں کوئی پائلٹ ہلاک یا زخمی نہ ہوگیا ہو۔ یہ بجائے خود دشمن کو ہونے والا ایک بڑا نقصان ہے۔ اس طرح کے نقصانات ٹینک کی تباہی، کیمپ کی تباہی اور دیگر نقصانات کے ساتھ مسلسل جاری ہیں۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات کے اعداد وشمار:

شکست کھاتے جارحیت کی جانب سے مقامی پولیس اور فوج کو اڈوں کی حوالگی کے بعد کابل کی متزلزل انتظامیہ اور پولیس کا کچھ مقامات پر مجاہدین سے سامنا ہوا ہے جس سے ان کے نقصانات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

اگرچہ ان نقصانات کے تحقیقی اعداد وشمار میسر نہ آسکے لیکن کٹھ پتلی انتظامیہ نے مختلف واقعات میں مجاہدین کی کامیابیوں اور اپنے فوجیوں کے نقصانات کی خبر دی۔ قابل اعتماد رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ افغانستان کے سات صوبوں میں گذشتہ مئی کے مہینے میں نیشنل آرمی کے 64 اہلکار اور پولیس کمانڈر ہلاک ہوچکے ہیں۔ یہاں کچھ ایسے واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

8 مئی بروز بدھ صوبہ پکتیکا کا ضلع سرحوزی کا کمشنر ہلاک ہوگیا۔ اسے مجاہدین نے ایک ہوٹل میں نشانہ بنایا۔

11 مئی بروز ہفتہ صوبہ نورستان کا انٹیلی جنس سیکرٹری مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔ اتوار کے دن ہلمند ضلع مرجع کا ضلعی اٹارنی جنرل بم دھماکے میں ہلاک ہوا۔

14 مئی بروز منگل اربکیوں کا مقامی کمانڈر صوبہ لوگر میں ہونے والے بارودی سرنگ کے دھماکے میں ہلاک ہوگیا۔

15 مئی بروز بروز بدھ مجاہدین کے حملے میں مقامی پولیس کا ایک سربراہ کاپیسا ضلع تغاب میں ہلاک ہوا۔ اس واقعے میں 9 پولیس اہلکار شدید زخمی ہوگئے۔

16 مئی بروز جمعرات ایک کمانڈر بلخ ضلع کشندی میں مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ جبکہ 17 مئی بروز جمعہ صوبہ فراہ ضلع خاک سفید کا سیکیورٹی کمانڈر مجاہدین کے حملے میں ہوگیا۔

19 مئی بروز اتوار ایک مستقل کمانڈر جسے خارجی فوجیوں نے عام لوگوں پر مظالم ڈھانے کے لیے متعین کر دیا تھا مجاہدین کے حملے میں اپنے 5 محافظوں سمیت صوبہ غور کے مرکز میں ہلاک ہو گیا۔

20 مئی بروز پیر بغلان کا صوبائی اسپیکر اپنے بارہ محافظوں سمیت ہلاک ہو گیا۔22 مئی بروز بدھ مجاہدین نے ایک حملے کے دوران کاپیسا ضلع کوہستان دوئم میں اینٹی نارکوٹکس پولیس کے سربراہ کو کئی اہلکاروں سمیت ہلاک کر دیا۔ اس حملے میں دشمن کو بہت زیادہ مالی نقصانات بھی اٹھانے پڑے۔

23 مئی بروز جمعرات مجاہدین کے ایک حملے میں ہرات ضلع انجیل کا پولیس سربراہ ہلاک ہو گیا۔ اسی روز غزنی ضلع مقر میں مقامی پولیس کا ایک کمانڈر اپنے 6 اہلکاروں سمیت مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہو گیا۔

26 مئی بروز اتوار مجاہدین نے لوگر کے مرکز میں مصالحتی شوری کے ایک رکن کو ہلاک کیا۔ اس واقعے کے دو دن بعد سربراہی جرگے کا سیکرٹری جنرل ضلع چرہار میں مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوا۔

27 مئی بروز پیر صوبہ ہرات ضلع رباط سنگی کے سیکیورٹی کمانڈر کا معاون مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہو گیا۔ اسی روز ضلع گلران کے درجنوں شہریوں نے ضلع ہیڈکوارٹر پر حملہ کر دیا۔ رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ حملہ آوروں نے ضلعی ہیڈکوارٹر کے کئی ڈیپارٹمنٹس کو آگ لگادی۔ جس میں سارا ریکارڈ جل کر راکھ ہو گیا۔ یہ واقعہ ایک روز قبل ہونے والے مقامی پولیس کے کمانڈر کے قتل کے بعد پیش آیا۔ جسے مجاہدین نے قتل کر دیا تھا۔

دشمن کے قیدیوں کی گنتی :

اس ماہ کے دوران اللہ تعالی کی مدد سے مجاہدین نے بڑی تعداد میں خارجی اور داخلی فوجیوں کو زندہ گرفتار کرکے قید کر دیا۔ مثال کے طور پر بعض واقعات کی جانب ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

1 مئی بروز بدھ مجاہدین نے ضلع غوریاچ میں ہونے والے ایک حملے میں کم از کم 28 مقامی پولیس اور اربکیوں کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔

اس سے قبل مجاہدین نے 11 ترک فوجیوں کو زندہ گرفتار کیا جو مجاہدین کے خلاف دشمن کی خدمت میں مصروف تھے۔ جنہیں بعدازاں اس ملک سے نیک نیتی کی بنیاد پر اور اس نیت سے کہ اس ملک نے اس واقعے سے عبرت پکڑی ہو گی رہا کر دیا گیا۔

12 مئی بروز اتوار مجاہدین نے اروزگان ضلع چارچینو میں ایک شدید جھڑپ کے نتیجے میں 13 مقامی پولیس کو زندہ گرفتار کر دیا۔

دشمن کی صفوں میں نفوذ اور عوامی نفرت اور بیزاری کا اظہار:

مجاہدین نے حال میں دشمن کی عوامی اور فوجی صفوں میں بہت زیادہ نفوذ کیا اور دشمن کے انتہائی اہم راز فاش کر دیے۔ اس کے علاوہ دشمن کی صفوں میں گھسنے والے مجاہدین نے دشمن کو انتہائی زیادہ جانی نقصانات بھی پہنچائے ہیں۔

5 مئی بروز اتوار صوبہ فراہ ضلع بالابلوک میں نیشنل آرمی کی صفوں میں گھسے ہوئے ایک مجاہد نے خارجی جارحیت پسندوں پر حملہ کر دیا جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 2 خارجی فوجی موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔

13 مئی بروز پیر ایک پولیس اہلکار نے ایک کمانڈر سمیت 4 پولیس اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ واقعہ کے بعد مذکورہ شخص فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

21 مئی بروز منگل فراہ ضلع بالابلوک میں پولیس کی صفوں میں گھسے ہوئے ایک مجاہد نے چیک پوسٹ میں موجود پولیس اہلکاروں پر فائرنگ کر کے 4 پولیس اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ حملے کے بعد مذکورہ شخص فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا

28 مئی بروز منگل اربکیوں کی صف میں موجود ایک شخص نے حقیقت جاننے کے بعد اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک کرکے 4 میل کلاشنکوف کے ساتھ مجاہدین سے ملنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ واقعہ صوبہ اروزگان ضلع چہار چینو میں پیش آیا۔

28 مئی بروز منگل دو مجاہدین نے قندہار ضلع ارغسان میں ایک چیک پوسٹ میں گھس کر وہاں موجود 2 پولیس اہلکاروں کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا۔ اور وہاں موجود سارا اسلحہ اور اہم وسائل اپنے ساتھ اٹھا کر لے آئے۔

ان واقعات کے علاوہ خارجی جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں کی شہروں اور گلیوں میں موجودگی لوگوں کے نفرت اور بیزاری کا باعث بن رہا ہے اس سلسلے میں 25 مئی بروز ہفتہ صوبہ پکتیا کے مرکز شرنہ میں لوگوں نے احتجاجی مظاہرہ کرکے وہاں سے پولیس کو نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پولیس نے ان کے گھروں میں مورچے بنا رکھے ہیں۔ ہر وقت بغیر اجازت گھروں میں گھس کر چوریاں اور لوٹ مار کرتے ہیں۔

28 مئی بروز منگل کاپیسا ضلع تغاب میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ قبائلی رہنماوں نے کرزئی سے ملاقات کے دوران راتوں کو ہونے والی کارروائیوں کی روک تھام کا مطالبہ کیا۔ اور کہا کہ یہ کارروائیاں عام لوگوں کی ہلاکتوں اور لوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ انہوں نے کرزئی سے مطالبہ کیا کہ اپنے آقاوں سے اس طرح کی کارروائیاں روک دینے کا مطالبہ کرے۔ ہو سکتا ہے قبائلی رہنما بھول گئے ہوں کہ کرزئی نے اس سے قبل اپنے آقاوں سے بارہا رو کر یہ مطالبہ کیا ہے مگر آقاوں نے ان کی فریاد پر کوئی توجہ نہیں دی۔

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت:

ایک دہائی بعد جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں کا اصلی چہرہ پہچاننے کے بعد دشمن کی صفوں میں موجود کئی لوگ مجاہدین کی صفوں سے الگ ہو کر مجاہدین سے

مل گئے ہیں۔ سول سرکاری، عسکری اور سیکیورٹی اداروں میں دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں سے کئی لوگ دشمن کی صفیں چھوڑ کر مجاہدین سے مل رہے ہیں۔ ایسے چند واقعات کی جانب نمونے کے طور پر اشارہ کیا جائے گا۔

2 مئی بروز جمعرات پکتیکا ضلع شکین میں 70 پولیس اہلکار 7 مشین گنوں اور دیگر ہلکے اسلحے اور اہم وسائل کے ساتھ مجاہدین سے مل گئے۔

7 مئی بروز منگل صوبہ غور شہر کے سابق کمشنر 50 مسلح افراد سمیت مجاہدین میں شامل ہوگئے۔

15 مئی بروز بدھ قندوز ضلع خان آباد میں ایک کمانڈر 15 فوجیوں کے ساتھ اسی طرح اروزگان ضلع دھراوود میں 28 افراد مزید مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے۔

داخلی اور خارجی ذرائع ابلاغ کے مطابق اس ماہ کے دوران کم از کم 522 افراد خود حقائق کے ادراک یا دعوت وارشاد کمیشن کی دعوت پر نیشنل آرمی، پولیس اور اربکیوں کی صف سے نکل کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔

دشمن کی صفوں میں اختلافات کی وسعت:

7 مئی بروز منگل کابل کی مزدور حکومت کے درمیان اختلافات اور کشمکش کے سلسلے میں کابل انتظامیہ کے وزیر خزانہ عمر زاخیل وال نے عوامی جرگے کے بعض ارکان پر الزام لگایا کہ وہ دھماکہ خیز مواد، شراب اور دیگر منشیات کی لین دین میں ملوث ہیں۔ زاخیلوال نے مزید کہا وہ ایسے لوگوں کی فہرست جلد سامنے لائیں گے اور اپنے دعووں کی ثبوت کے لیے شواہد اور اسناد پیش کریں گے۔

اس کے اگلے روز جرگے کے ممبران کے درمیان دو وزراء سے وضاحت طلبی کے مسئلے پر لڑائی جھگڑا سامنے آیا۔

کابل انتظامیہ کے وزیر خزانہ اور وزیر داخلہ کی حالیہ تنقید کی وجہ سے جرگے کے ممبران کے درمیان کچھ اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نام نہاد نمائندوں کی آپس میں ہاتھاپائی بھی ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں کچھ ممبران نے عمومی اجلاس میں ان دونوں وزراء سے وضاحت طلبی کا مطالبہ بھی کیا۔ جبکہ بعض نے اس کی مخالفت کی۔ گذشتہ ماہ کے دوران کچھ ارکان جرگے سے مستعفی بھی کرادیے گئے مگر کچھ معاملات اور مفادات کی وجہ سے دوبارہ اعتماد کا ووٹ لے کر خوشی خوشی اپنے وزارتوں پر بیٹھ گئے۔

13 مئی بروز پیر کابل انتظامیہ کے وزیر خزانہ سے پارلیمنٹ نے وضاحت طلب کی جس پر انہوں نے ان نام نہاد ممبروں کی فہرست افشاء کردی جس پر اس کا الزام تھا کہ وہ شراب اور بارودی مواد کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔ منشیات، دھماکہ خیز مواد اور شراب کا کاروبار ان دنوں اپنے عروج پر ہے۔ اور بااعتماد رپورٹوں کی بنیاد پر کابل انتظامیہ کے بلند عہدہ عہدیداران اور خارجی جارحیت پسند اس میں عملی طور پر ملوث ہیں۔

25 مئی بروز پیر ایک بار پھر اختلافات اور ہاتھاپائی دو خواتین کے درمیان اس وقت پیش آئی جب لسانی اختلاف کی بنیاد پر ممبرز کی بداخلاقیاں عروج پر تھیں۔

عوامی نقصانات اور اذیتیں:

عوامی اذیتیں اور تکالیف کا سلسلہ اب بھی پوری شدت سے جاری ہے۔ بلکہ اب پہلے سے بڑھ کر شدید ہوگیا ہے۔ ذیل میں ہم کچھ ایسی مثالیں ذکر کریں گے جس کے متعلق کرزئی انتظامیہ نے بار بار حفاظت اور امن کے دعوے کیے ہیں۔

5 مئی بروز اتوار ننگرہار کے ذمہ داران نے اطلاع دی کہ شعبہ تعلیم کے کارکنان اساتذہ اور طلبہ ضلع چپرہار میں گرفتار کیے گئے ہیں۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ ایساف کے جارحیت پسند فوجی ضلع میں سکول کے پرنسپل سمیت 22 افراد کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

7 مئی بروز منگل جارحیت پسند فوجیوں نے صوبہ قندہار ضلع میوند میں رات کو ایک گھر پر چھاپہ مار کر مردوں اور خواتین پر تشدد کیا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں کو کوڑے اور خنجروں سے زخمی کردیا اور کچھ افراد کو اپنے ساتھ اٹھا کرلے گئے۔

اس واقعے کے اگلے روز آس پاس گاؤں کے لوگ احتجاج کرنے ہرات قندہار کی عمومی شاہراہ پر جمع ہوگئے۔ احتجاجی مظاہرین کا مطالبہ یہ تھا کہ ان کے رشتہ داروں کو رہا کردیا جائے۔ لیکن نیشنل آرمی کے درندوں نے ان کے پرامن احتجاج کا جواب اسلحے سے دیا۔ نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے مظاہرین پر فائرنگ کرکے 11 افراد کو زخمی کردیا۔ کٹھ پتلی حکومت نے دعوی کیا کہ مظاہرین مسلح تھے اور خطرہ تھا کہیں وہ سیکیورٹی اہلکاروں پر حملہ نہ کردیں۔ کرزئی نے اس واقعے کی تحقیقات کے لیے کمیٹی تشکیل دیدی جسے واقعے کی تحقیقات کے لیے قندہار بھیجا گیا۔ یادرہے کرزئی نے گیارہ سال قبل بھی ایک کمیٹی تحقیقات کے لیے اس علاقے میں بھیجی تھی جو پھر کبھی واپس نہ آئی۔

قندہار ضلع میوند کے شہری کی اب بھی خارجی جارحیت پسندوں کے اس ناروا سلوک کی شکایت کرتے ہیں۔ 11 مئی بروز ہفتہ اس ضلع علاقے کے لوگوں نے صحافیوں کو بتایا کہ اس مظاہرے کے تین روز قبل جس بے حرمتی کا ارتکاب خارجی اور داخلی جارحیت پسندوں نے کیا تھا اب بھی جاری ہے۔ علاقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ مزدور پولیس ان کے گھروں کی تلاشی لیتے ہیں اور قیمتی سامان چوری کرکے لے جاتے ہیں۔

لوگوں پر ہونے والے مظالم ہیں جس نے لوگوں کی زندگی اجیرن بنادی ہے عام افراد ہر وقت خارجی وداخلی فوجیوں کے ہاتھوں مسلسل نشانہ بنائے جارہے ہیں اس سلسلے میں 13 مئی بروز پیر دو عام افراد قندہار ضلع ارغنداب میں خارجی

فوجیوں نے شہید کر دیا۔ اس کے علاوہ 3 افراد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ان دو افراد کو اس وقت شہید کر دیا گیا جب خارجیوں کے چھاپے کے دوران ان لوگوں نے کوشش کی کہ میدان سے نکل جائیں۔ کہا جاتا ہے جارحیت پسندوں نے ان تین افراد کی گرفتاری سے انکار کیا ہے۔

16 مئی بروز جمعرات سیکیورٹی اہلکاروں نے سنگان ضلع ایبک میں 2 ائمہ مساجد کو شہید کر دیا۔ واقعے کے بعد علاقے کے لوگوں نے ان کے اس جرم کے خلاف مظاہرہ کیا اور حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔

19 مئی بروز اتوار کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے صوبہ ہلمند ضلع ناوہ میں ایک عام مقامی شخص کو زدوکوب اور تشدد کر کے شہید کر دیا۔

ایک اور واقعہ میں کابل انتظامیہ کی بھیجی ہوئی وفد نے گذشتہ دہائی میں یہ بات واضح کر دی کہ جن لوگوں کو کچھ دن قبل نیشنل آرمی نے ضلع شینڈنڈ میں ایک مسجد میں شہید کر دیا تھا وہ مجاہدین نہیں بلکہ ایک دینی مدرسے کے طالب علم تھے۔ جن کا مجاہدین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

26 مئی بروز ہفتہ صوبہ کے مرکز شرنی کے سینکڑوں لوگوں نے اربکیوں کے مظالم کے خلاف مظاہروں کا آغاز کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اربکیوں نے گاوں اور گھروں میں مورچے بنا رکھے ہیں اور ہمیشہ گھروں کی تلاشی کرتے اور لوگوں کو اذیتیں دیتے ہیں۔

اس ماہ کے دوران کل 50 عام افراد شہید اور 31 افراد زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ خارجی اور داخلی فوجیوں نے 182 عام افراد کو تلاشی اور چھاپوں کے دوران گرفتار اور قید کر دیا ہے۔

خالد بن ولید آپریشن :

الفاروق آپریشن کی بے مثال کامیابی نے دشمن کو سخت خوف زدہ کر دیا ہے۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے آپریشن کا نام اس سال خالد بن ولید آپریشن رکھ دیا گیا۔ اگرچہ خالد بن ولید آپریشن کے اعلان کا ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں گذرا مگر جو کامیابیاں اس عرصے میں ہاتھ آئی ہیں اس نے دشمن کو گھبراہٹ کا شکار کر دیا ہے۔

اس آپریشن کے سلسلے میں 13 مئی بروز پیر ہلمند ضلع موسی قلعہ کے ضلعی ہیڈ کوارٹر میں فدائی مجاہدین نے خارجی فوجیوں پر حملہ کر دیا۔ اس فدائی حملے میں دشمن کے اعتراف کے مطابق تین غاصب فوجی ہلاک ہوگئے۔ لیکن باوثوق ذرائع سے حاصل ہونے والی خبروں کے مطابق برطانوی فوجیوں کے کیمپ پر ہونے والے حملے میں کم از کم 50 فوجی ہلاک اور 15 شدید زخمی ہوگئے ہیں۔ اس حملے میں جانی نقصانات کے علاوہ بہت سے مالی نقصانات بھی دشمن کو پہنچے ہیں۔

اسی روز امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کاپیسا ضلع تجراب میں مجاہدین نے ایک اور سخت معرکہ سر کر لیا جس میں 14 غاصب فوجی مردار اور دو ٹینک تباہ ہوگئے۔ اگرچہ دشمن اس حملے کا اعتراف کیا ہے مگر نقصانات کے حوالے سے کچھ نہیں کہا۔

اس کے علاوہ 16 مئی بروز پیر امارت اسلامیہکے مجاہدین نے پکتیکا ضلع برمل میں 9 خارجی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔

اسی طرح جمعرات کے روز کابل کے قلب میں ہونے والے امارت اسلامیہ کے ایک بہادر فدائی مجاہد کی جانب سے ہونے والے حملے میں 6 غاصب فوجی مردار ہوگئے۔

مئی کے آخری ہفتے میں للہ الحمد خالد بن ولید آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل اور پنجشیر میں سلسلہ وار تیز رفتار اور کامیاب حملے کیے دشمن نے ان نقصانات کے اعداد و شمار اور جزئیات بتانے سے گریز کیا اور مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ ذرائع ابلاغ کو مجبور کیا گیا کہ واقعات اور حقائق کو چھپا کر جھوٹے معلومات پھیلا دیے جائیں۔ اس نکوئی استشہادی حملے میں دشمن کے نقصانات انتہائی کم ظاہر کیے گئے لیکن دشمن خوب جانتا ہے کہ ان کے جانی نقصانات کتنے ہوئے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 24 مئی جمعہ کی شام کو داخلی دشمن کے انتہائی مضبوط اور مستحکم مراکز پر حملے کر دیے جس میں دشمن نے 3 فوجیوں کی ہلاکت اور 17 کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا۔ یہ آپریشن جو معینیت محافظت عامہ {پولیس کی تربیت کا ایک ادارہ}، انٹیلی جنس ادارے کے ہسپتال، سی آئی اے کے دفتر اور گیسٹ ہاوس پر ہوا باوثوق ذرائع کے مطابق 60 سے زیادہ دشمن کے افراد ان مراکز میں ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 29 مئی بروز بدھ مجاہدین نے ایک اور ایسے صوبے اور مرکز میں کامیاب کارروائی کی کہ جس کے متعلق دشمن نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یہاں مجاہدین اتنی بڑی تعداد میں اور اتنے بڑے مقدار میں اسلحہ لے کر یہاں داخل ہوں گے۔ اس حملے میں 12 مشاورین جن میں 6 خارجی تھے ہلاک اور انٹیلیجنس، نیشنل آرمی اور مزدور پولیس کے 43 افراد زخمی ہوگئے۔

روس ایک بارپھر روسیاہی کے راستے پر:

17 مئی بروز جمعہ اچانک خبر پھیل گئی کہ روسی وزارت اطلاعات نے اعلان کیا ہے کہ وہ 12 جنگی ہیلی کاپٹر افغانستان بھیجیں گے۔ متعلقہ انتظامیہ کے سربراہ گریگوری گوزلوگ نے کہا ہے کہ یہ می 17 بی 5 طرز کے ہیلی کاپٹر ہیں جو جنگی امور میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ان ہیلی کاپٹروں کی رقم امریکی حکام نے کابل انتظامیہ کو دے دی

ہے۔ روس نے ان گیارہ سالوں میں بار بار کوشش کی کہ اپنی حیثیت افغانستان میں پھر سے زندہ کردے۔ اس سے قبل بھی کروڑوں ڈالر کی لاگت کے وسائل افغانستان بھیج چکا ہے۔ جس کی مرمت کے بہانے اصلی قیمت سے کئی گنا زیادہ رقم کابل انتظامیہ سے وصول بھی کرچکا ہے۔ اب یہ وسائل استعمال کے قابل نہیں ہیں تقریبا سب کے سب ناکارہ اور تباہ ہوگئے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو ہیلی کاپٹر امریکا نے کابل انتظامیہ سے تعاون کے طور پر افغانستان بھیجے تھے۔ ایک سال کے استعمال کے بعد یہ ہیلی کاپٹر قابل استعمال اور اڑنے کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ طیارے 600 ملین ڈالر کی قیمت میں کابل انتظامیہ کو دیے گئے تھے۔

اونٹ کی چوری چھپانے کی کوشش:

ناٹو نے 19 مئی بروز اتوار اعلان کیا کہ افغانستان میں ان کے خلاف خطرات کم ہوگئے ہیں۔ حال یہ کہ گذشتہ گیارہ سالوں میں ہزاروں افراد جن میں بچے، خواتین اور بوڑھے بھی شامل ہیں، شہید کردیے۔ اب جب اس آگ کے شعلے بھڑک کر پوری دنیا کو لپیٹ میں لے رہے ہیں امریکا ایسے شرمناک اعلانات کررہا ہے

-

جارحیت پسندوں کے اعلان کے برعکس کابل انتظامیہ کے وزارت دفاع کے ترجمان نے اعلان کیا کہ مجاہدین کے حملے ملک میں بڑھ گئے ہیں جس کی وجہ انہوں نے دینی مدارس پر پابندی قرار دی۔ حالانکہ رواں سال کے دوران بھی دشمن کو بہت زیادہ نقصانات اٹھانے پڑے تھے۔

جیلوں کی نگرانی:

اگرچہ خارجی جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کی جیلوں میں اذیت اور تعذیب کے واقعات اب بھلادیے گئے ہیں اور اس حوالے سے کرزئی کے فرامین آقاوں کے کچھرے دان کے نذر ہوچکے ہیں۔ مگر 25 مئی بروز ہفتہ ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ صوبہ نورستان کے قیدیوں نے شکایت کی کہ جیل کے اندر انہیں ہتھکڑیاں اور زنجیریں ڈالی جاتی ہیں۔ مذکورہ جیل حکام نے کہا ہے کہ طالبان کے اچانک حملے کے خوف سے ایسا کرنا ناگزیر ہے۔

کرپشن میں پہلا نمبر:

کرپشن اور خوردبرد کے سلسلے میں افغانستان دنیا بھر میں پہلے نمبر کا حق دار بن گیا ہے۔ اب 10 مئی بروز جمعہ امریکی جنرل انوسٹیگیٹر جان سکو نے مزید کہا ہے کہ 5 کروڑ امریکی ڈالر افغانستان بینک سے اس انداز سے چرائے گئے ہیں جب یہ بینک کابل انتظامیہ کی شدید نگرانی میں تھا۔

جان سکو نے کرپشن کے اس واقعے سے پردہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ چھوٹے عہدیداروں سے لے کر بلند رتبہ عہدیداروں تک سب جرائم، چوری اور ڈاکہ زنی کے نیٹ ورک کے حامی ہیں۔

ماخذ: داخلی وخارجی ویب سائٹ، امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کیمشن کی ماہنامہ رپورٹ، امارت اسلامیہ کے عوامی ہلاکتوں کی ماہانہ رپورٹ اور گذشتہ ہفتے کے اہم واقعات خالد غزنوی کی تحریر۔

سرزمین جہاد "امارت اسلامیہ افغانستان" میں برسرپیکار مجاہدین کی کاروائیاں اور معرکہ حق وباطل کی تازہ ترین کارگزاریوں سے واقف ہونا اور امارت اسلامیہ کے پیغامات وحالات کو جاننا اب بہت آسان۔

اپنے موبائل کے رائٹ میسج میں لکھیں

FOLLOW SHARIATNEWS

افغانستان اور پاکستان میں 40404 پر

سعودیہ میں 840404 پر

انڈیا میں 53000 پر

ملائیشیاء میں 28933 پر

یوکے (UK) میں 86444 پر

یواےای (UAE) میں 335640404 پر

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں 21211 پر

سینڈ کریں، اور میسج موصول ہونے پر اپنا نام لکھ کر بھیج دیں۔

شریعت نیوز

WWW.FACEBOOK.COM/SHARIAT.NEWS

WWW.TWITTER.COM/SHARIATNEWS

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کی ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	164		58	33	247	101	69	9	6	
-2	ہلمند	165	2	71	31	342	182	82	15	38	1
-3	غزنی	84	1	18	21	147	83	35	4	6	
-4	خوست	30				37	28	3	1		
-5	نورستان	16				33	28	3			
-6	میدان وردگ	153		38	14	218	112	112	2	3	
-7	کونڑ	78		7	3	114	75	38			
-8	پکتیکا	82		15	11	102	75	34	6	6	
-9	زابل	150		24	4	144	59	62	3	5	
-10	لوگر	101		30	31	104	123	27	5	5	
-11	کاپیسا	25	1	25	3	25	29	7	2		
-12	روزگان	52				89	41	12	8	7	
-13	پکتیا	59				102	74	24	2		
-14	فراہ	29	1	10	3	52	34	12	4	5	
-15	کابل	14	1	28	7	48	15	10	4		
-16	ننگرہار	88		24	11	64	99	40	6	6	
-17	لغمان	29		1	3	19	20	9		1	
-18	ہرات	61				74	48	25	3	3	
-19	نیمروز	32				50	17	5	2	1	
-20	بادغیس	12				41	15	5	1	7	
-21	قندوز	33		1	1	23	35	3			
-22	بغلان	26		7		33	27	15			
-23	فاریاب	13				26	13	4	1	1	
-24	غور	9				12	24	1	4	10	
-25	پروان	34		15		37	16	11			
-26	تخار	4				3	1				
-27	سمنگان	2				7	3	1			
-28	بدخشان	14				99	56	2	12	10	
-29	بامیان										
-30	بلخ	6		1	2	3	12	3			
-31	جوزجان	19				57	33	7			
-32	دائی کنڈی	11				6	4	1	1	1	
-33	سرپل	15				8	4	2			
-34	پنجشیر	1	1	7		44	43	8	6		
مجموعہ		1611	7	380	178	2410	1529	672	101	121	

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1-ہلمند میں ایک کارگو طیارہ 2-پروان میں ایک طیارہ.

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

میرے محترم مجاہد بھائیو! آپ اس بات کے بخوبی شاہد ہیں کہ مجاہدین کی صفیں آئے روز مضبوط ہو رہی ہیں، اور ملک کے طول و عرض میں بہادر عوام کی جانب سے مجاہدین کے ساتھ تعاون اور مجاہدین کے شانہ بشانہ قربانیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور غاصب و مکار حملہ آوروں کے بڑے بڑے ٹھکانوں پر نت نئے جہادی انداز سے حملے کیے جا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دشمن اپنے اڈے اور چھاؤنیاں مجاہدین کے خوف سے خالی کر رہا ہے۔ اور اسی طرح دشمن کے قائم کردہ اداروں کے اندر سے ہی مسلمان فوجیوں کی طرف سے ہونے والے خطرناک اور تابڑ توڑ حملے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اور شعبہ دعوت وارشاد کی کاوشوں سے دشمن کی صفوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد انھیں جُل دے کر امارت اسلامیہ سے آمل رہی ہے۔

اس کے مثل اور بہت سی کامیابیاں جو ہمیں حاصل ہو رہی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہم سب کے لیے لازم ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق اہداف کے حصول میں ہمارے شامل حال ہو سکے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مزید توفیق کا سوال کریں اور اس عہد و وفا کو لازم پکڑیں جو اپنی توقعات اور جہادی اہداف کے حصول کے لیے اپنائے ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کے غرور میں مبتلاء نہ ہوں اور نہ ہی جہادی اہداف اور اس مقدس راستے کی پیروی سے لاپرواہی برتیں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

2nd Year July2013

اس جنت میں کافروں کا آنا آسان مگر رہنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔